دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع' مکان نمبر 156 - 7 - 17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے' پی
- حسامیہ بک ڈپو' مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

- دائرہ الکٹرک پریس' حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱۔ فعولن فعولن فعولن فعل   بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان۔ بحر رمل مسدس محذوف
۳۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن   بحر رمل مسدس مخبون
۴۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل ــــ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵۔ مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل ــــ بحر ہزج مسدس مقبوض
۶۔ فعولن فعولن فعولن فعل   ــــ   بحر خفیف مسدس محذوف
۷۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات ــــ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کارآمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کش مکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگاری کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاءالدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷ء) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵ء) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمن نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پاکر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسر ہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعہ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی نثر

خوش نغز، اور معزِ مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدا نما نے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ معزِ مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعراء عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ م ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دورِ حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی ۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب
طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب
کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا ۔ عبدل نے اس
مثنوی میں "انمول رتن" سجا دیئے ہیں ۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی
کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا
تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا
شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور
اسلوب کا سہارا ضروری تھا ۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ
ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے
(۸۷۵ھ م ۱۴۷۰) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے
دوسو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے
رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے ۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا
رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام
و اکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے
ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں ۔

خاور نامہ داستانی انداز کا ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ
ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل
مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط
اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے ۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ھ م ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶)
کا شاعر ہے "قصۂ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ
کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی
صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوا دی اور
کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑ سکے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصہ بے نظیر (۱۰۵۵م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ [illegible] فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صنعتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسن بیان زور کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔ ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے ؎

امولک نے بدل جیوں زرنگار ہے ∴ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [illegible] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکتہ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئیں ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام وحسن بانو" کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن ومہیار سے متاثر ہوکر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ∴ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ کی فتح (۹۷۲ھ م ۱۵۶۴ء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فن جنگ کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا ہے کہ سیور کے راستے میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "عرقاب عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب و موہنی" کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی

شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴) اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ م ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگتی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تربیہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پر گو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضۃ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا مومن جس نے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ لیکن مثنوی کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوالی نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے عہد میں وجہی نے انجام دیا ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری)
سے بھی اپنا لو ہا منوالیا۔ یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی مثنوی
مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت میں مسلمان ہیں
اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی
زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے
یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء)
کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول
چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہو گئی تھی
کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے "مینا ولورک" کے نام سے ایک مثنوی
۱۶۶۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے
قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی
"بہرام و گل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوعِ سخن بنانے
والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود
کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام و حسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
'بہرام و گل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
ادبی سطح بہت بلند ہے
اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔
محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضعیفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوکؔ نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قادریؔ کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائزؔ کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائزؔ نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دورِ انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحبِ ذوق فنونِ لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنفِ سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو صنمیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لتی یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقو ینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیرالکرتی الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد، یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چنداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی 'طوطی نامہ' نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل بھی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی 'خاور نامہ' ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ، میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھول بن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنونِ لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں معنوی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح مجہول شرم و حیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشنِ عشق میں رانی، بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماں پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنونِ لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے ما فوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیوپری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور ما فوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی مدد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ: میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن دلی ۔ ولی بھی بہت بُدھ تد آگلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہٴ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب " دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہہ تالیف کتاب کے سلسلے میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جسے فخر دین گیان ہے دیہہ سُد ۔ پدم ھکھ بانچے کدم کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ پھر انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اعلیٰ ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھورناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھلوز بید اور امر بید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھورناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھلوز بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک، پرتھوی لوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت۔ اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ و کئے، (اولو الامر)، سرکلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان ‏ نہ کر جیو گدلا تیر انکھ اس آن
گگی سنہاس ناگن پیراں آپ لے ‏ پرائی آپ لے کر گئی پوچ دے
سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ ‏ کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جنتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے   نہ سیدھی کدھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کرکرتار جس دیہہ جس   کیتے دوار بند ایکا دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ بوتی جوڑ   جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے   تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دیں سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع ۔   سنوئے فخر دیں تو یسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "سی" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع ۔   نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو ۔

ماضی مطلق بنانے کے لیئے مصدر کا "نا" گرا کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ لجد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سنیا الوئک کر اس ورتمان   سکھی آپنا جیو تو سب جہاں
نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچار   نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے ادلتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جا سکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں   اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کروایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۹۴) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرا دے ۔۔۔ بھو دھاتوں خدا ان کو سرا دے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا ۔۔۔ سونا ہے پاپ بن اس ھور دھندا

نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد ۔۔۔ نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ ۔۔۔ سرن آیا سرا دن رنج تا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد ۔۔۔ سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی "یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔" (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا دالانا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے" ۔

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں نو دکھن کو اپنا گجرات کرکے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۷)

اس مثنوی کے ایک باب "شاہ تعریف بخت خود کر دند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہ خاطر کوں لیایا   نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عز و حرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سوا پنے چڑاکر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم و فضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف و نحو معنی و منطق علم کلام الٰہیات و حکمت اصول فقہ عروض و قافیہ نجوم و طب سے اچھی واقفیت تھی تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتیؔ کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سن تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)

اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے   کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں   غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں
بچن سوتی بڑے ہور ڈھال ڈھالوں   جو اس میں دو جگت سمرد دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں   تو اس عالم کو عالم دکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا در مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد علی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیالے ناگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوز ادک ہوئے — جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
ادھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیسیں بتیس ۳۲ آنیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو ان کی چھاوں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں مل بانہہ گل گھال
جو پھولے پھول شو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر ہیں تھانب — پڑے نقشے کوں آچا کر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ، حسد، ہجر و یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں زلیخا کا برہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کر تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگی کری نا مانگ کا ڑی — نہ کہ جو نڈا کسی سورنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کر راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کا لک لجا دیں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سُہا دیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس زربینہ حریر زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور برمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازہ، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمربند، کنگن، لشکتا، نورتن آرسی پہنچن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ۔ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سیوک، داسی، غلام دائی باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یکانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعوی کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ دریے وہ تار سکلا گنجھڑ لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ؛ ولے سبوٹ کھٹے پن کی او پھل کھائے

ترت کام آپنا کر لیونا خوب ؛ ترت کا نتا پھرسٹ دیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارتا آج ؛ نہ رکھنا آج کر ناسو صبا آج

جہاں پانی جو بیٹھے سیل دو چار ؛ اَدِک ہوئے سہس گن پاپ نس بھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ؛ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسروؔ یا نظامیؔ کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتیؔ نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں — روایت بن کہیں تابع کہیں شیں
جسے پچ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا — زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن — اِدک لیاؤں جسے کچ لیا یا اچھے اُن

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتیؔ نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا — نہیں اس بات لس دن کوئی جاگا
مراتب عاشقی سب بوجھتی سو — کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن بھگت لِیں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتیؔ نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

گہن لاگیا لگے پھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول
خوشی تھے پھنگ پھلیا جوں پھول کھلیا — کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں — بہو چھند چھند اُپم ہور صنعتاں سوں
عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں — نہ عربی فارسی بھو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن — جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں — پتا یوسف یکا دھی پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۳ھ اور ۹۷۴ھ (م ۱۵۶۲ء ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جا سکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ ۔ ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء ۔ ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے — کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں — پنج فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ
انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ

دکن ملک بھوتیج خاصا اہے
تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسم اسد اللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکا نچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے علاقائی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی پر بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم و فضل اور کمال سخن سے متاثر ہو کر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آئیگے
سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے

یو سب کہتے یو سب شعر تیس
کر بولاں کدھر ہور سخن تھیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے
تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے

غواصاں کتے غوطے کھا کھا کر
موئے ہیں اس سمد میں آکے غر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہو گیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبد اللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبد الجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدر آباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔
وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دیس بارا منے سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

یہ وجہی کی طبع زاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد تعریف شعر خود گوید اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون "بھاگ متی اور اس کا لوذریانت مقبرہ" مطبوعہ "آج کل" جولائی ۸۲ء میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلاکر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کردار ولد کے نام ستاروں کے نام پر ہیں۔ جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم و فنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحر البیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لیے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین و جمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنر پسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس معلے ہے جبریل کا سہہ تل سو سمجھ سرافیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لیے راضی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی یہ شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یو چ ہے — مجے یوں ملید آئی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیکھ میں شید ہٹیا — اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجلا جاتا ہے شدتِ جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ 'بڈھوں' کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہو رہا تاں بی تیرا بال ہے سست — درست میں تو کہتا ہے سو نا درست
نیت میں کیا ہوں اُدھر جانے کا — نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں تو کچ عقل نا نام ہے — بڈھیاں کا چھٹے نانو بدنام ہے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں نا سور ہے نکو دور آسمان تے — توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں نا شاہی کیرے بزم کا شمع ہے — توں جم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرودان اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ سہنا کام نئیں" لیکن مشتری کو مہرودان دانائی کی

یہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے

ہر یک رول میرے تن پہ جیوں تال لگا ہے ستاتا تھا اول سو اُتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابک دستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم والم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحۂ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا گنوائے خبر مطرباں ذات کا

جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے دو پیالے چڑھا کو پچ کا پچ ہوئے

لگے مست ہونے ستی سنگات یکس کے سو یا دن اُپر ایک بات

سو یوں کچھ و دیاراں ہوئے بے خبر کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر

یکسکوں بلا ایک اڑتا لوں سوں گلے لگنے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا منظر ہے اس میں تصنع ہے شاید اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "اسا ساں بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا۔ قطعہ گلستاں کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیاں سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستاں کا دو نہ تھا — چمن بہشت کا بھیں پر اترا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر — پھلاں جھانکتے تھے سراں کاڑ کر
سو فوارس پنکھی طوطی کیک ہنس — پکڑ لیپٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور جو ندھوبن میں گھمتے اچھے — سو پھولاں کرے سو کھ جیتے اچھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں دو زیبا اچھے — کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر بیچ دسن جھمکنے — کہ گوہر ہے شفق کے حقے منے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں — کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن پات میں — کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جلکچ بات میں — کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج — نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں — اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں — دغا باز عیاں چلتر ہار ہیں

اُنکوں بتیاں بات بولیا نہ جائے | انوکے کنے دل کوں لکھو لیا نہ جائے
بتیاں تا انوکوں کہو کیوں کر | کہ دل میں بُرے خیال ہیں موں اُپر
بو بیاری میں کس دھات کا تھر اچھے | جو بوس میں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لڑکوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند و نصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچھانی ہے توں | گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اکل و ند نہیں | جوانی پو لے پند اسے پند نہیں
مکے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں | بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں میں نہیں
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار | تو دولت غلام ہور خدا ہوئے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست | دنیا میں نہیں سچ تے کچھ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزاہ، سرخاب بھوور مرغ سیمرغ۔ طاؤس مور، باز، بحری کلنگ طوطی کپک جوڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن و جمال کی رنگینیاں تزئین و آرائش محفل عماراتوں کی تعمیر، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روز مرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریقے، جنسی آزادی، فنون لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون، کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم نو ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چین اور ماچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا   یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دلوں گا ہاں اے نار   سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وہ کچھ عجب ٹھاؤں ہے   دکن میں سو ایسا ہر یک گانوں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

خراسا برہ مج ستاتا اہے   سو تیج کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب   کہ تا مج تے آج دیتا عذاب
جو سنپڑے برہ میرے داواں تلیں   رگڑ کر سٹوں دے دے پاؤں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ و استعاروں سے سجا دیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا وہ محتاج نیں چاند کے نور کا
ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی بدن جیوں جلتی اچھے آرسی
سو بکھوے میں رشتہ دائی کی یوں اچھے کہ جا موتی سینی بنے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی رشتہ کی جیوں ماہ ھے کہ اس دور میں کشن ادشاہ ھے
ہوا یو گگٹ اس کا حسن یاں تلگ کہ یوسف کی خوبی کوں لبریا ہے جگ
جہاں یالنڈ دھرتا چلتا رہے وہاں آب زمزم ابلتا رہے
انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں کہ تاثیر عیسٰی کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ے

سلاست نہیں جس کیرے بات میں پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من وہی نقش پانی وہی نقش اگن
ہوا رام میں دل میں رام نیں یو دل کیا کرے گا جنے نام نیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخل خام۔ وفا نزیک، منا، واقے معزز المستید صفے، ہلما، تختش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نا دل اہیں
اگر ہور رضا ہو تو دل شاد اچھے — نہیں تو ترے دل پہ سو داغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھر سب — خنی ہو دکھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو سبھی محققین نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر، پروفیسر دیوسنقالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ... کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہا ساتا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدماگپتا موسوم بہ پری مالانے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادہ سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی ... مالوہ کے سدھو راجا نواسا ہا سنکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیوسنقالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ...)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس، وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے "حسن و دل" کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرزِ تحریر عام تھا وجہی نے ایک نوعمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کر جاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل اور انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث، عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِین

سب رس میں وجہی نے ہندی دوہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈولے ساتی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بھی محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری، گھر گھالو خوناخون، اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمتہ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے رد و بدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نو مشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آ گئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں — کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ "گلدستہ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادر الکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم بن صفوان نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کرکے ان دونوں کی شادی کروا دے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمراں تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کواڑاں کھلے سب میرے نام کے ۔۔۔ کھلے پھول مقصود کے کام کے
مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا ۔۔۔ چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے بار　کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے تحارم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

ابنا قد لبنی ناک چوڑے بلاخ　دیسے غار کے نادلبداں فراخ

بڑے ڈانگرے سار کے کان دو　اجڑ ٹھر کرے گھوڑ جر راں دو

انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے　خوش انگلیاں میں پہناڈ لے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسنا ہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمالِ فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کے شاہانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدرآباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک وبدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکن کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کردیا گیا۔ دکن کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کرکے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہیپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا — گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمدور تے — جو دستے اتھے بُڑبُڑے دور تے
دھڑاں سب نپٹ موج کے لوٹ مار — تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اس کی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے لیا گیا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (اں) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے مد جاں، تشبیہاں، جیاں، دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔
غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھتا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا — چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کہرگ ہے آبدار — سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اس نے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک وبدیع الجمال میں جگہ دی ہے نمونے کے

طور پہ یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ۔ بلبس، آنند، بسیس، اُتم، دیوا بتی، سکھ، بھوگنی، کارن وغیرہ — غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے ۔

'میناستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر دعا خلق سوں کرنا مرے حق اوپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چنداین سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'میناست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا دلور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور اپیل رکھتی ہے ۔

رسالہ اتفاقا رسی یواول کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے ۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہوگئے ہیں انہیں علیحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں بھی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی صورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے ۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں ۔

مثنوی تشبیہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے ۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے ۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۱۰۴۹ھ م ۱۲۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر لنز — ہوئے تھے یو موتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے ۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد — دیا میں اسے لو رواج اس سنک

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتا کا فارسی ترجمہ ہے
جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی
نے پینتالیس کہانیاں ردوبدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں ۔ فورٹ ولیم کالج کے
قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی
کے نام سے اردو میں لکھا ہے ۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر
ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے
سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار
کو ملحوظ رکھا ہے ۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی
کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے ۔ زبان و بیان کی پختگی کے
اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے ۔

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز — بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا — سچا تو ہے منظور اہل صفا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی
چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
"غواصی تخلص، در وقت جہانگیر بادشاہ بود. طوطی نامہ نخشبی را
نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور یک
کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۴) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۲ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔

کر احمد جنیدی پہ کر یوں کرم رہوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔

مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی در ختم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔

مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

نبی کی سو ہجر کا یو تھا قرار چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم الحق ہوا ختم یو نظم جوں مہ سبق

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۲۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔

مثنوی ماہ پیکر مقبول بحر فعولن فعولن فعولن فع میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔

احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کر دی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کلام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک یا دیں گے اس میں ذرا   کر درست تم خوب اسکوں پھرا
نیچہ عیب اُس کا سو مجھ پر دھرد   اگر عیب اچھے گا تو عیب کرو
نہ جانتے ہو پختہ کی یا خام ہے   کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو 'پیکر' ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ٹیک نام   الٰہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیس شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن میمندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکارن کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جاسکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کرسکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہولیا تاکہ پیکر کی آزمائش کرسکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح سے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھا کر گرپڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کردی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم ا انجروٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیوتی دونا کنول سنبل نرگس جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصد اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج زیورات لباس سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فرش و فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کرلے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر بیزبانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگارنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعے اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آسکتا ہے" (ص ۳۵)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کمی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے یا نمود ہے — کہ صافی میں بلور یا جود ہے

کہ انگلیاں بیرٹیاں پان کی نرملیاں — کہ یا ہے تو پھلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پہ ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے اوبر بھنوئی مثال — کری کیوں اپن تن کوں مائی کا حال

نرم ہے خفیاں ردی کے مانند وجود — پڑی کیوں نے پیاری اپیں کھول سود

دو امیں شمع ہو کر نس دن جلوں — ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں

بھتر کا لوے تھے سو چپناں میں یوں — نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر　　کہ بیٹھے ہے جوں جھاڑ گل لالہ پر

کہ پتلیاں کی ہے راوت اس کے سیاں　　کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں

کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں　　پٹیاں پھن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانی بیان میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھانا آس پکڑنا۔ افسوس سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ہنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، ڈھو ساز نا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبعزاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا و ہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے سوں کی قبلہ سوں منجہ کام تھا　　تیرا یاد منجکوں سوں احرام تھا

ورد ہور اوراد تسبیح مدام　　تیری ناؤں کی سمر انکی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل　　اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول　　و اولی الامر منکم، بعد رسول

توں ہو ہر یاں منجہ او پر اے سو جیاں　　ھل جزاءُ الاحسان الا الاحسان

خدا کی سو قرآن میں آئیا　　البشارتی کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی تقضا قائم کیا جاتی ہے ۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر " احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے "

پھولبن : شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشاپرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے ۔

اہے انشا پو میرا میل دایم ۔۔۔ طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں میرا طبع ہونا ۔۔۔ لگر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے ۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی ۔۔۔ بساتین کی کیا سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے ۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بددعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے ۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگا یا | دونوں پر سول انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول او | ہوے پھر آدمیاں کی شکل سوں او

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کا ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پا کر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کر وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جسے ملکہ نے پیش کیا ہے۔ وزیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آ گیا اور ادھر طوطا جو دراصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے غواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے

پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک لاجواب مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پرترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمال فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویر کشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار | بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں | دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دعا پڑ کر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھیے:

اگر اچھتا تو بارے کا ہراتن — میں اڑ کر یاں تے لے جاتا کر ہرفن

کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہو سکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی — نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی

کہوں کیوں میں اک کوں اسکے سر کاں — سرک میں دل کشائی کے اتنا کال

بھواں کوں کیوں کہوں محراب بھلے کو — وو کالی ہے نور محراباں کے اوپر

چندر آدھا کھل کر میں پشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک، نین، آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمین دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کتے پرندوں میں باز، بحری شکریاں شاہین ذکرہ اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے داتہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سو حق کرتا نہیں ہور — ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ — نمک کھاکر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کہے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم — خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام — نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاپرداز تھا اس لیے تشبیہہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے بادن کلی ماہو کو لالا — دسیا اس میں لگے تیتوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہوسکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادری کا احساس تھا لکھتا ہے

زبانہ ناسمجھ کر قدر ہیرا — بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدر داں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد   کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ے

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج   نہ کر سے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہ ہے کہ پھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق: نصرتی بیجاپور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچھ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور   کیا کر کتا بال پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تج ایسے جوہری   او شہزادگی میں اتھا مشتری

مری طبع کے کھن کو قابل پچھان   نہ کوئی کھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اثر اثر مہر کی رکھیا مجھ طرف نت نظر مہر کی

روضتہ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری لکھا ہے کہ نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلۂ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آ ملایک نے یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

"گلشن عشق" نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں "مدھو مالتی" کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی "مہروماہ" کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چنپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سورہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

سا مونو پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہو گیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندر سین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندر سین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہو گئی۔ چندر سین کی شادی چلپاوتی سے ہو گئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے تھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر یخ سہل شکر ہو تا تے دسیں — کھیں پونگ سیوں سو نف وائے دسیں
ادک ڈرے کی سردی کا آزار ہو — نہالاں اچھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سر فراز — نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اور لوڑیں لحاف — ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کدھن پر جھلک — پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں۔ یہ سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ جو بینر زرّوں کی طرح سے جگمگاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے
میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہاویں قصوراں سے عالی محل — کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل

جسے خشت کاری کوں شمسی سونا — جسے گچ گلا وہ چندر کا چونا

جسے سرخ جو بلینہ مرجاں کے ناد — جسے قطب نے خوش بلوریں عماد

دلیے زیب جن پر دل افروز کھن — لگائے سو کندن سوں خوش لوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک
نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب
تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب
کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے
شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے
فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں
خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند
پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب، نیز بانی کے طور طریق مختلف
پکوان جیسے سز عفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لنو (دوپیازہ)
کبتھلی، پورانیاں، شوروے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی،
جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلیپاں، رلوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور
کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی
ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم
حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی کیفیت نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی
مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک
اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا
ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر
کھانا کھلاتی، پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔
بادشاہ جب اداس اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے ۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھاتی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے ۔ چندرسین دوراندیش ہمدرد اور بہادر ہے ۔ سراپا نگاری میں بھی نصرتی نے کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے ۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا ۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں ۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کشی میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے ۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال ۔ کہیں طبع کے سلے چلیا خوش خیال

رنجی، غواصی اور مقیمی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعراء نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے ۔ کہتا ہے :

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر ۔ نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنوار

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام ۔ دھرے فخر ہندی پہ مدام

ہیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پایا ۔ کہیا شعر ایسا دو لونن ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دال ۔ جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گمان ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل پر سخن — جھلکتی تھی مجلس صاف ایرک نمن

بتیسی جو یاقوت بھی یاد آئے — اناراں کے دانے دکھت رشک کھائے

شہزادی مدمالتی کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ۵ ے ملکوں کے نام گنائے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں:

بڑے دردیں کا ہے درد اشتیاق — ادک مرگ تے کیں تو سچ ہے فراق

کو کرتے رہو شکر پروردگار — کہ یک دکھ بھی دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن "فعولن فعولن فعولن فعول" ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور جھلک جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے بزم اور رزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان — کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۶۶۵ء میں لکھی اسی مناسبت سے "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ سے شروع ہوکر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف
اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں   نشیمن ہے ہر بزمیہ دل نشیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواجی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے
سیواجی کی سرکوبی کے لیے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ
میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے
بعد جنگ ملغار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک
قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے
دکنی کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور
کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ
ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب
کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت
کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ
جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحاً نصر من اللہ
بیت الشرف، شب نوبین، درج عقیدت، جوہر جان، شہر گشت، شمشیر برداری، زاغ مردار خوار
صورت حرام، شغال دگرگ، داود فلک احد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی
خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترنگاں، داتاں، آتیاں، صدراں
مہندیاں، ڈک، بھنیار، تالاں، کتے، رہیا، سکیا، نیچہ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا۔ میدان جنگ کے منظر میں جرات و
شجاعت، غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود
اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ
اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس
ہوتا ہے۔ میمنہ میسرہ، قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جلتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ کردارنگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح وکامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پرشکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بانٹے بال — دسیا ہوا چھلنے فوارے کا حال

سورج یوں شہ ضمیر انگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل — تو یک گلزار ہے ہور ادبچارا پھول بادل کا

دسیں اشتراں تیر بیٹھے پہ یوں — کر جیوں ناچنے پر کھولایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھا دیا ہے

پٹاپٹ جو گرتے چلے رنڈ منڈ — لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ

شپاشپ جو برچھیاں موٹھیاں تے کھلیاں — دیا کئی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں

کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا — دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرارِ لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اس نے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راو

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے یا ٹیک بھانا ادھلے   کہ چک دیہہ کر رات منج دیک کھائے

یرن دیہہ چک آج نکھند رات   سلاون کدم راؤ تب ناگ جات

گلن سار کے منج کتک ارد گان   زنب راہ دچنتار بے سان

کتک بھار تیتا دھروں راہ کیت   کر رند بندھ باندھوں سراسر سبیت

نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت   کھلے چند سورج کتک راہ کھیت

بہت بول نہ بول سوں بد ہوا   نہ کو تمک کروں دیس بن راتوا

گئی دو پہر رات رام اور رام   رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام

کدم راؤ ایسا ہوا کھتری   جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اڑھری

کدم کے بجے جو ہوں سانہ کرو راندری   کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی

کہ جے منج نہ ہوتے کرتا ورمڈر   کدم سوں کتک بھگت بھگوں پکڑ

و لے مار بیری سیندوری کروں   نہ نیچو کیہ ابیر جھنکر دھروں

بھلیس نیں کہیا آج راماں منجہ   کہیا دیکھ توں کاں ہنماں منجہ

دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات   نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھا ایں آن

کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا   ادھا آج کہہ دن کلنتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کھیپ چلیا پدم رائے ناگ   چلیا ناگ دھر لے کدم رائے ماگ

چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات   سلاون کدم راؤ تب ناگ جات

ہر اکر نگر جائے بیٹھا نکھند   کرن رائے کا بیس بن راج دند

سرہانیں دھرے دیکھ کر پان پھول   کہ کیا نول میں ہیس کر رج کول

بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ   کہ جب پھول بے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی چنت نمیں راؤ باسک پدم — کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پاسے چانپی اٹھا جاگ راسے — کری جوڑری راؤ کے چانپ پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل — ہمیں جیو ناں جرم تجہ چاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر — کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

گفتن کدم راؤ از قضیہ کوڑیاں و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِنہ آدھر — کہ دھن بات سنا بات یک چت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند — سو ہیں آج دیکھا بری چھند بند
وہی چھند جیسیں دیکھا جگ میں — اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ میں
سنیا تھا جو گن پر دیکھا آج انگ — نہ راہا تنھیں دیکھتیں نین تنگ
سجات ایک ناگن کیجات ایک سانپ — اسنگت دیکھے تھیں لانپ چھانپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوئے راؤ — اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انپاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار — اسی ٹھار کھو رس کیا شب تہار
گئی تھا سو ناگن پران آپ لے — پران آپ لے کر گئی پیو نچ دے
نہ مارت گیا سانپ یک کون دکھ — تجھس کو تنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرتا جو کھورس نہ کرتا پتال — بلی دود دیکھا نہ بر کا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا تجائے — جو ہاتی کرے مکھ کا نڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں — نہ پتیاؤ ناں نہ تیسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اچھار کوں — مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہاتی گئی آج ناگن کنار — پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ منجہ من بھگیا تری نانو — کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
تری نانو کا ان جے ان ہوئے — کروں نہ اورگن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتدن سی کہ جے ہوئے — اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دودھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی
ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک
ددھا دو دکا چھاچھا پیوے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور
یہی دیکھ تس ہت نجھو گئے بھنور
پرا پت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے
منکوڑا کوں کچھ چو کھنڈ جائے
تہیں فخر دیں دیکھ انیاؤ راؤ
کہ پی دوس دھن پیر ہری دکھلاؤ
نظامی دھرم دکھ کیوں لاؤ دے
کہ پت ورت گن پات دھن سو کئے

عرضداشت رانی با راؤ

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار
کہوں جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ
دلے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو پیار سینی جو پرکور دشٹ
نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے
کسی اونچ دکھلاؤ تل کھینچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اپال لے
نہ پرونس کا دوس منجہ دوش دے
کون پرس جونا گرے پاؤ بھتیں
کون رکھ جو ناڈلے پاؤ بھتیں
ردئی گھانس بھیں آگ جھانپی جے جائے
تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا جنداس بھی کلنک
نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے
کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ
منجہ انکھول پایا نیں جو سر پیٹ لیہہ
کہ جیو ن دکھ سر کھنڈ پر مل دھرے
سو بھی دکھ جو بھی سو کندم کرے
تریں جات بیس (اور) میری سجات
نجانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھاسنا
نہ مانوں تری اس جسے کاسنا
نہ سس بھاؤ نینہ پاس بیسی جھک جیے
نہ ہت پاؤ کا لک بھرا لیجئے

نہ سنیا الوگ کہ اس ورتمان
سکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج
گیا اج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوبنت بدونت نہ بیربل
سنور کون تھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو
نہ رہسی جو دسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے
کہ جم جم بھلائی قفا تجہ رہے

کہ جے فخر دین گیان ہے دیہہ سدھ
پدم مکھ پانچے کدم کون بدھ

کہوں سد ساچی نظامی دھرم
پدم سب سنے بات پانچے کدم

بازگفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن
کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن

ولے من کیسی کا جے بھاگے کہیں
استگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے ہت کوں کانپ سوں باندہے
بھگے من کوں بدھ کوں ساندھے

نہ جیوں تار سالے تتی کانپ ٹٹے
تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹ دکھ
انتیری کرے جینا دیو سے سکھ

اچنبا نہ ہوتے گھنٹ جے ہوے دھر
اچنبا رہے لوگ سبے ہوئے کھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟
مرے ململے جیو سنمکھ نانو

گھرے کوئی اپچار ناچار پاپ
نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج باپ

کیبٹ بھاؤ تھیں مجہ اٹھے سیس اگ
بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سکھ تب ہوئے دن تین بھر
ہجوی چلے کوئی سبھے ست پر

بیکھیر ودڑ سے دیکھ کر آپ وس
چیڑی مل پیڑھی (اور) ہنس (دل) اہنس

مہرپا .... کون سنگت پڑے؟
نہ خرافتا جفت میں کم کرے

سیانا کرے سدھ سوں بدھ کن.
گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جیے گا دھرا دلک پر دال کھائے
دھتی دا کھ بن کون تس دیہہ گھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ پیے گا دھرے جوگ نہ رائے جوگ

اسنگت کہ جے کوئی برا کچہ کرے
مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے

نوالا آدھک مکھ لینداں نچائے
نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے

بھلی جات تمھ جات ناگن سنجات
کلنک آپ لایا سمجھا تی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی

تری مت ہوئی مت پر کب لگ
جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ

نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند
کرے دشٹ تل ہت من مازدند

جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوتے
تہاں ہوتے کل کل جہاں نار دوئے

لسن مشک کی کھان جھانپی جے جائے
تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے

مرد استری وہ جو پر پرکھ تل
کدل دیس کر ہوئے تسی تل اول

سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ
مجھے آپ سو یار رکھے تب لگ

اروگن کردں بول سن برلہ ایک
باولا ہوا جیو رکھے جو جھیک

کردں بھاونا جیو کالا ہ چک
اجادن جے سر دیہہ سر واہ چک

گیا پور پٹن جو بھر پور ہوتے
پڑے ایک چنتا تین چور ہوتے

بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے
کہ جس ٹھار پاپن گئی منجہ تجھائے

کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں
کہ رنی کھو دمارنیا نہ مکھواں نیوں

کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن
کرے کئی باسکھ تیہہ آ کرن

جنش میں ہکر کے گیا جند روپ
حبشنی جنت آ حبشنی سروپ

کدم راؤ گڑوا سمندر کہیر
رتن دیں مکھ سمند کھولے اہیر

کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا
کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانرا

کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن
نہ تھا تیسرا دن حبرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک ‌ ‌ ‌ کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ

کہوں ایک تجہ بول جے بیت کرے ‌ ‌ ‌ کہ جے بیت کرے دکھ منجہ نہ دھرے

سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان ‌ ‌ ‌ نہ تھینیں بھن مت نہ لیہہ بان

کہ بن مت کیچہ کام مت کا کرے ‌ ‌ ‌ جے دھن لے کرے کام بس گر بھرے

نہ لیکھو تسے مت جو دوئے من ‌ ‌ ‌ سرا ہے دھن ارماد من دوبے ھن

تسے مت لیکھو کہ جو الجھا ان تھار ‌ ‌ ‌ کھڑا رہوں دہیہ پاؤں دے ہٹ ادھار

سوالا کھ منج اب ایک بول تجہ ‌ ‌ ‌ سوائے کہ دھیں تیں کہیا کھول منجہ

جیسیں آس دھن ہوئے ہٹ بن نہوئے ‌ ‌ ‌ کہ ہٹ بن نہوئے اور ہٹ بن نہوئے

سیانا کہے ات بدھ ونت توں ‌ ‌ ‌ تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں

گنواریں کرے کن میں بدھ (یوں) ‌ ‌ ‌ یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر ‌ ‌ ‌ دہوں کا کہوں بھاوتا چت دھر

کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان ‌ ‌ ‌ اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کروں بیت تجہ بول ہوں اور ایک ‌ ‌ ‌ کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک

پدم راؤ سکھی ہوا اس سنبد ‌ ‌ ‌ کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد

کدم راؤ کہیا پدم بیت کیا ‌ ‌ ‌ کیا ہیت پر ایک سنگت کیا

کہ جے تھانبنے رائے منجہ پیار کر ‌ ‌ ‌ سو سر کھنڈ کستوری لے دت

دھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ ‌ ‌ ‌ کرن اگرن تھا نو جے بول دیہہ

سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ ‌ ‌ ‌ سو کندم کروں تا نو سنا رمنہ

کدم راؤ سے کھنڈ کستوری تل ‌ ‌ ‌ پدم سیس پر ہٹ دھر یا ادھل

تھا آد بھیں ناگ کے سر پدم ‌ ‌ ‌ تدھاں تھیں ہوا جد دھر یا ہٹ کدم

جرالی کہیا کوئی کیا آج جول ‌ ‌ ‌ تل او پر سبد کے سبد یک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است

ددبی رائے کرتے تبو د آپ منجہ — تلاوار لے سور دیے سات منجہ

پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں — کرے گن جے رائے بنتی کروں

سنیا میں جے تجہ کال کما ہیکا پاس — نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس

تجو کالا رہے کوئی نہ بھوک آج — سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج

کوئی جے رہے بھوک گر آن روس — لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس

رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر — تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر

کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ — سکھی تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ

اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے — بھلا جو کہے گھاتجی ہوئے توئے

نہ دے ان جے سکھ توں جیو بھاؤ — نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ

کدم راؤ کہیا پدم راؤ سن — کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گن

میوا سا کھو پر دیس نہ باج ہوں — ارو گن نجا نوں بتر راج ہوں

کہ اد آد واد وتہیں ریت ہم — سنتر چلے ریت سا سان جم

دسا اور پیر کھو ایک دوت آن پاس — ارو گن کروں دان تس دیے اداس

نہ بولوں کہ جیں جھوٹ کرتار ساگ — ارو گن کروں دوت لے سلیح بھاگ

گفتن پدم راؤ بحضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم وغیرا

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں

جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس — کہ ترت آس ہوے بھوند کر جائے نراس

بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ — بسارے اگر پیٹ میں بس پاؤ

بھوندا جو پاوے سلک چک رائے — لگے سانپ کوں جان دو نیکھ دکھائے

ڈسا ور پرکھ من دھرے بہت سہل — کہ مکھ پھول ڈے جیو لے یاہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا سا کہا اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ — بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں — بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے — لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں — جو پردیس تھی ڈرپے وہ نداں
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے — کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک — پرا ایت سکیں نگ مکہ پاگ ٹیک
تھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات — سکے تو پچ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں — بھوندا بلد ورت اروگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ ادبھا ہوا چھات لگ — بناتی گئی تن پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈردوں — کہ جے راؤ انکھیں بناتی کریں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن — کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس ریجھیں منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج — بہت کا ترا کی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادجھل بہت چھند بند — کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو جند
کرے گھات کا کام دھنورت ینی — ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
بجا نیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رچنگی تہیں جانتے ہیں کر ۔ اٹھے جھونپڑی تھی لگے دو لپر

نکھر ناں کسی کستی سات ہت ۔ کہ کست اسکے جاگ گیتھا رگت

نہ جھاڑی نہ بونٹے ڈرے باؤ کوں ۔ بڑا رکھو ڈرے مت پڑے بیرسوں

کہ جیے دیدھے اِت بل ہت رو ۔ ادے نہ کدھیں توے بن گھوگھرو

جو کچہ ملیں کہیا بھید سہدیس نا ۔ کہوں اب کچ بھید پردیس نا

نہ نبیڑے ایسی آن جگ کا پڑی ۔ نہ بیتیا وجوگی تڑی تا پڑی

نہ جوگی رہے جرم مدماس باج ۔ نہ رکھے تسے کوے کنک آس باج

جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن ۔ سو تلتل کرے کرت جوگی لچن

نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول ۔ پلاوے تجھے آن مت مد بھول

گھڑی کھاند کا سکھ مد بیو ناں ۔ خماری کیرا دکھ لے جیو ناں

سرب نول میتر پنا جد گھرے ۔ دھنی راج کوں بیو ناں تد گھرے

نہ دنہ گھورن اچھر کوئی باچسی ۔ نہ مد بیو کر کوئی دھن ساچسی

کہ اس لبت تھیں ہات دھوے جکوے ۔ نہ گوگا ناد میں ہووے دسرا ہوے

جو تس بکھن کرا ہووے تن ؛ ۔ سوئی تن اسے لوڑتے دھن لبن

بہت جتنی من دھرے جوگ انگ ۔ نہ جوگی تجھے بھنگ جو کے ابھنگ

گہادں الگ کہودن ہاں جوگی پتھال ۔ کہ جتیا کہوں لا بجہ نہ باج ہاں

ولے ایک گردوت جد بار دیہہ ۔ بجن کھنڈ سنبھال پردار ایہہ

نہ مانوں کنک وہ جسے سر نہووے ۔ کہ جب سر نہووے وہ کدھیں تھر نہووے

کہ جے بار نہ دیہہ یک دس رائے ۔ چلی وار تا پنک لو کھنڈ جائے

نجے جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے ۔ کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تیسا کردن کام جس تھی ڈرون
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
ڈرون نہ کدھیں دکھ جو بن تج بچائے
جلو جو بن اپچھیا ابھار اجو لیے
اسی جگ میں جو بن اوپن امت مت
برا جو کرے سو برائی لہے
جو نیکا اچھے ترن نن رکھ کوئے
(جنتر) گھال چھماس پھلیے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ تھک تھک پیا چھوڑ سی جگ تھک
جس ادا آدھیں ہوتے سندیہ کن
ادو ہوئے پنجم کے روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے منجھ نیر
سبھیں (با) بھترن ہوئے جے ایک مول
نہ سرپار کردو دکون بین تاک
نہ برچھیا ک کاچند کوں آوڈھانک
دھرم کوں دھرم پاپ کوں (پاپ) سانٹھ
کہ جے پان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل
کرے گھنٹ دشمناں توں لے پاس

نہ تیتا کدھیں کھائوں نہ جل مرون
نہ پیوے سہے کوٹ نابات گھول
ڈرون جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جو جو بن اچھیں پرت بیوہ پرھیں
نہ برھے کسے سوکھ بن پرت مت
ابل کانٹھ پا نڈی جو آپیں لہے
سو سیدھا کدھیں رکھ بڈھی نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کوتری پو پنج ہوئے
بکاین سہند نیب میٹھا نہ ہوئے
نہو سی کدھیں پا نڈو پنک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہو سی کدھیں پانچ آنگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان پانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ گھن کیت کے مک سنوار جھانک!
ہتولا نہ کنسیلی پرن دیہہ گانٹھ
نہ سرباز کرنا تیسے پاج کوں
گلگت کے گیا او پنج تل پر تھمیں
کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج پائے تل
مرے بھوک پر دار اور رانڈ اس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ

م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء

کے درمیاں لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شدو پرورش یافتند

پچھلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار
پچھلے کیاں کہیں خبراں سم اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں دوان چاند
رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین ہیں نین پتلی کر دینا ٹھار
سبہ پنگھڑیاں تھے موندھیا نین کی دار

ایسے تلتل یوں پر توں سوں دیکھے
جو ہلتل ہوئیں سب پنگھڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا رُوکھ
جو اس پر رشک کہ طوبیٰ کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناٹریاں تھانبے انبر
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیسیاں سرو بتر
جو اس ہر جیب پر گئی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرات میں نمازی
جو اس کی چھاؤں بیٹھے سو فرازی

ڈلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
اسی ساعت پھوٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات
برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوئے لک فرزند کوں پال
عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوئے جب جگ اجال
نہ ان سات اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف ات اچھا جیو سو رنگ
کہاں لکڑی کوں ہوئے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اے میرے جنیا باپ ات مہربان
خدا تیرا کہیا مانے سب مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں
سرفرازی منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاؤں

جو غالب ہوؤں سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہوں اس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا
زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں بڑائی کوں لگے کام
نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام

قوی سٹکا و لیکن مول کوں بھار
سبھہ جگ مل کر اس تئیں سچکار

کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند
جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند

دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا اب
منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھاب

جو یوسف اس عصا تے تقویت پائے
ادیکھے دل اپر دکھ ٹھوں نپے کھائے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے
ولے سیوٹ کھٹے بن کی اوبھل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسیدند یوسف را خنده چه

نہیں جگ میں عجب کچھ سونے سنسار
نین مونداس میں دیکھیں سرو سنسار

نین کھولے نہ دیکھیں پاج یک رخ
نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ

ستا ال میں انبر دھرتی بھولن ہار
جو اتنے میں نہ سکھے کوئی یلک مار

جسے کوئی جگ جاگتے کرتے گدائی
کرین سپنے میں ہو تیک بادشاہی

ستا سپنے میں راجا جاگتا ہوئے
سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے

سبھہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار
ادل آخر سبھہ سوتے دلسین ہار

زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی
جے کچھ ان کھیکٹی سپنے تھے کھائی

سو یوسف بھی سپن تے کھیکٹی کھائے
نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے

جو سکھ سوں یک رین یوسف ستے تھے
سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے

ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں
جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھتے یوں

اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ
ہلنی کیرا سبب پوچھیں لگیا باپ

کہیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا
سورج ہور چاند ستیں ایک بارا

جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج
کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج

جنک کہیا نہ کہ یو بات توں بھیر
چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گرٹ باہر

بھوکدے بھائی جسے یہ گٹ بجھیں گے
تج آزاراں کیتے جیلے سجیں گے

جس نے سو تا حیلے تھے ہوئیں گگ بے تاب
کہ یہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب

نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ قضا سن
سدا ہے سو عصا ہوئے لگا سہس کن

اول تاکید سوں یہ پند بولیا
پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا

کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت
سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت

ایکبارا بھائی ہور ما نباپ تج کوں
کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں

وصیت یوں کتیا اس کوں جتک تو
ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو

جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات
سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات

بڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تمیے
سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے

دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان
کہ یوں بولے حکیما جان سبحان

جے کچ گٹ دھرے ہونٹاں تھے بھر ہوئے
نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کوئے

پنکھرو پنجرے میں تھے چھٹے جب
پکڑ سکییں جو اس کوشش کریں سب

دلے منہہ تھے پڑے جے گٹ باہیر
نہ سکییں کوئی چھپا یون اسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات
کوا کھل ایک جون سمدور تھے سات

سکیں ڈھاپین کوئی کا منہ سبہہ کوں تھے
نہ سمدر رکھہ سند حس کس کوں سکت ہوئے

کہیے لیوں سب بڑے انتر بچار کے
جو سر لوٹے سلامت گٹ چھپار کے

جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے
لگیا سینا بھین غصے تھے تنگ آئے

کہیے یون کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں
جو لیوں بھولیا رہیا ہے یک بڑھنے سوں

کچ اپنا اب ہور لنشٹ اس انہ سوجے
نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجے

کیتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے
جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے

بھو تیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے
بچارے اس بڈھے کوں بھوندتا ہے

بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت
ترا تامنت ہمن تھے باپ کا حت

مراما [illegible] ہمنا تھے باپ جو تس
سوا تنے اس برائی آچھوں نین بس

منگے جے سب ہمیں اپنے سر آئے
پڑیا سجدے سوں بھوتیں پر سس بچائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے — منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے
نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی — نہ کس سر بھوئیں دھریں ماں یا بھائی
جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار — جتک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
کریں جنگل میں دن سارے شبانی — کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی
بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں — شرم راہے ہمن تھے دوستاں میں
مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے — جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے
ہمن کوں اب ضرور آکو لگیا یوں — جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں
ترت کام آپنا کر لیونا خوب — نرت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب
سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں — پکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں
بڑا ہو مرے گا اگر یہ باپ کے پاس — کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس
اپنا یچ دیکھنا اس کا ان تدبیر — درنگ کرتیں نہ فرصت پاویں پھیر
صبا کا کام بہتر سارنا آج — نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جو مو لکے کوں اپارن لوڑنا کوں — نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں
سکے بن زور جس مو لکے کوں آپار — نہ سو بلوند تھے ہلسے جو ہوئی جھاڑ
قراریوں جب دیتے تدبیر کارن — سبہہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے — جو عقل اس میں نپٹ حیراں ہو جائے
برائی بد میلا اب بد سنگات — جو آساں ہوئے مشکل اس مو دسات
بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس — اجالا ہوئے جیسے دیوے لگیں دس
دلے سچ ہوتے ستونتاں میں یہ بات — جو اندیشیں نہ وو سچ باج ہر حات
جہاں پاپی جو بیٹھے میل درچار — ادک ہوئے سہس گن پاپ نس ٹھار
ملیں جب کئیں جتنے یک خیال کے سب — جسے کچ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب / جے کچھ ہے خیال انو کا ہووے ادک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن / کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکن کہیا اسے نا مارنا کت / جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنت

جو مارا جائے چھپا رہے نہ یہ گھٹ / کہ فریادی نہ ہو سکے موا اُٹھ

نہ جیو تا چھوڑ بیری کوں جو سنپڑے / کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات انپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا / بیکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے / نہ کچھ اس کوں دکھا نا مارنا ہے

ستیں اس دور ایسے یک جنگل ماں / جو اس میں پنکھرت ہور باگ کچ ناں

نہ تجھراں باج پاتی پائے اس ٹھار / نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاؤں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج / نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کئی دن اس منے بھٹکا کرے گا / تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات / ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے / بُری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات / جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دوریا نزدیک اس ٹائیں / اندھارے تنگ ڈونگے پاٹ کی تیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی / تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں / تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے / نہیں تو ٹکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دو سو دھات / نہ کچھ سہناں تھے اس تیں نپڑے گھات

سبھہ اس بات کوں کیتے مقرر / اُٹھے اس کام کوں بجا کر صفا بر

در خدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کپٹ کا ناٹا سُلے سینے منیں جس / اسے کیوں نیند آئے ایک تل تس

حسد گی ماد تل جن جُونہ ہوئے | سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اُناؤل ہوئے یوسف کے ادیکھے | سبھہ نس جاگ دن کی باٹ دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دیں ہار | کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبھہ ل باپ کیرے بندگی آئے | جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنگ سوں من میں دھر | کپٹ کرطواقی سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے | لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے | سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے
یہاں لگ انپڑا سے بات لچ رچ | کہ تنگ آئے ہمیں تھو دیس کھر اچ
ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں | جنگل میں جا سنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر | جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر
تجولا ڑوں سنتیں اسکو لجاویں | جنگل کیرا تماشا اس دیکھلاویں
کہ وہ بھو تیج بھنا تھا جو کتی دن | ہمیں سنڈتے تھے سب باہیر اس بن
اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے | تو کچھ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے
ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھیں تھے | نہ وہ تھی کد سنڈ یا ھنوادیں تھے
صبا کھرا سے توں بھیج سنگات | سنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات
کبھیں اس صاف میدانا سنڈانگے | کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے
ہوس سوں دود بکریاں کا ڈھالانگے | کبھیں ہنس کھیل سوں دندوہ پلانگے
بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے | تھنڈے لکھ پلنگ نبدھا کر نکالنگے
سُرنگے بھول جاسن لال جن جن | کلیاں باراں جھتیلاں گوند پگن
پچھاں لگے جاتے سوں یوسف کیر نرنگ | جو اسکے رنگ چڑھیں پھول سو رنگ
ہرن اور دوج پاڑدے مار پاڑیں | ھڑت ہو یاگ کا کالج اُپاڑیں
تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں | گمت اس کوں اپنوں کن شاد پاویں
جتنے جاوے سوں ھنواداں کو دھر سیں | نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کر سیں
انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات | پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجاون منج نہ بھاوے — کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک — نہفنے کوں دیکھ کر کھادیں یکا ایک
نہیں ہنگلے سو ہویں کھیل کے نام — تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
جے کچھ آزار اس کے تن اُپر ہوئے — سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
جو یا تر سنے وہ دس منتر کار — ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند — جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھرت کیا ہے اگر جے باگ آویں — ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آویں
بھرت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ سکیں — تو جنتیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں
سنے یعقوب جب ینگریاں تھے یہ بات — نہ کیتے عذر بھی دو جا کسی بھات
رسا ئیے جو یوسف کوں لے کر جائیں — ولے بہو آئیں تھے جے اس بھر الیائیں
عجب بازی دیتے بازی کے بھانے — نہ وہ بازی نچھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاه افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دنیاد — کریں دنیا تھے مت فریاد بن داد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بجا جائے — وجیت سب کوئی کرمت کسی میں بھائے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن — نہ کد نکلے غوطے کھا کھا مرے تن
دتیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار — ہو الیوسف کے حق دایم نگہہ دار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات — چلے لے کر ان یوسف کے تیں گھات
اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات — لجاوے میگ کوں جوں بھرت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے — نکیس کے گود تھے یک لیوتے تھے
نکن کھاندے پر اپنے بسیلائے — نکن پیارا روں جکل سینے کوں لائے
نکن جومے پیشانی نعمن ادھر دھر — نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب — بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے گھاند سر تھے سارن آپ ناپٹ — دیسے بھیڑیاں میں ہور کانٹیاں میں منٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
چُبھے کانٹے جو چیرے گے سو نگ مانئیں
جو کُھلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
جنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں چوپے
بھری اس چرن کے لوھے سوں دھرتی
جَرن یوسف کے جس بھوئیں پر جو آوے
پچھیں پچھیں جو یوسف بندھو سارین
کریں جب نیل آچھے مکھ اپر بھار
الوں میں جب کسی تھے جائیں آگل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
الوں تھے جب ہوئے باز و برابر
او جیسکا دور جی زاری سوں پھاڑے
دھریں اُڑونے سوں جس کے پاو پریں
دُکھوں تھے عاجز آکر جب پکارتے
اچھیا اڑ راجو توڑیا اس الوں تھے
پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
ڈوبے انجواں منیں سوونگ کا پنیں
عزیزی تھے کلیجا پھٹ کے لہو ہوتے
جھلیا دھاکوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار
نکس تھے یک ادک آزار دیویں
سٹیا دھرک ہوا پلیٹ تر آدھار
جتا کچ تلملاتے بلبلاوے
چلاتے تیں کوس اس کو الٹوں دھات

عبل ایسے پاؤں کانٹیاں سولے چیراتے
پھلوں پھنکڑیاں کلیں جیوں کانٹیاں سوں لگوناہیں
سُنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیر لگاؤ
پتھر کانٹیاں تھے لوھے مان ڈوبے
کیا دور رُور کت مکھ لال کرتے
سووہ بھوئیں سُرخ روئی کیوں نہ پائے
نیکے مُکھ پر جو اٹھے بات مارین
کنک جوں سُورجی پایا چند رسار
گندا ویں بیٹ مکھیاں مار کو جل
ہوئے وپیٹ جب تپے پیر ہن بھار
مڑوڑیں کان مارین گال ایر
ان اس پر پاؤں بیزاری سوں بھار
ہلنے تب تھے کش ہو پاؤں دھر سیں
وٹا دیں کوب سوں مارین ہنکارے
بھریا مکھ میں رکت رو جا سلوں تھے
سیہہ تن ڈوب رصیا مائی رکت بھر
کلیتے کرہاں سوں جوں سورج کیلی
نہیں اس کوں کوئی سن ہاروان ہوئے
ہوا بیٹ سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس تھاؤں سیلنے لا رہن ہار
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیویں
ترجتا باپ کوں کیوں کار نیو کار
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے
بھوگن باپ سوں ہور او گنو مات

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے — سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرھن — بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا — کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے پردیس — انوں کوں توں دیکھے آل تھے برے بھیس
سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں — تیرے صدقے وو من آس پاویں
جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے — چھپائے اپنی نشاں ان کوں بچارنے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے — دنوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کہتے یہ بات جبرئیل — رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھیرا امولک تخت گرہوئے — جو اس پر وہ اچپل بخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی — رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر — سو جیو تھے دن جو نکلیا سور انبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر — وہاں اترے سبھہ ڈیرے دیلا کر
نہ تھی نیری انوں کوں ہور یک بائین — ایسی بائیں کوں آئے نیر تائین
پچھلے نیکے جنت یک مرد آیا — سو امرت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہیے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ — بھگا پیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں بھا — کیتا اس مین راہی میں اچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آجت مھانا — نکل جوں سور ہو کر جگ دیپانا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ لیل — تو بیٹھے ڈول میں سٹ آپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پربل — پچھانیاں جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہیں لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول
جھکا ڈیا ڈول اس بائیں منیں تھے — لگے دیدے بھرت اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا — خوشی سوں دھن پیا ان مول لوٹیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے لال کاڑیا
جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول
ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا
خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا
چھپا کر گت ستیں ڈیرے لیجا کر
سنیچی یہ بات جے جن گنج پاوے
اجھوں بھائی کیتیک بیری لہے تھے
کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام
سو اس سوداگراں کیری خبر پائے
جو یوسف کوں پکارے
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے
کیتے یوسف کے تیں اس سات جھوٹ
سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا
نہیں کچھ بندگی میں دھر کبی دھات
سو آخر کام تھے جھوٹیک کچوائے
ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن
کتیا کاہش کریں نت او تھا اس سات
نہ کچھ بیکیاں کیری پروا ہمن کوں
نہ گھوڑنے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں
کھاڈیا بائیں منیں تھے جن جوان بخت
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے
سورج کوں ایک ذرّے سوں لیتا مول
ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک
پچھیں سوداگراں لادے سبہہ بھار

سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کا ڈیا
سو جب جیو ملی نہ ہو تیع سف کیرا تول
سو سب جیو سنیچکار اس کوں نہ لیکھیا
کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول میلیا
نہ کھیا یک ٹھاوں اسے جھوٹیک چھپا کر
چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے
تفحص تیں ایسے نیڑ رہے تھے
نہ ڈوجا اس تفحص باج تھا کام
مکر سوں ڈھونڈتے تیتوں مانی کن آئے
نہ ہونے باج گرچہ بائیں کیرا
الوں پر مدعی ہو کر پکڑے
سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں سیو
نہ کچھ ہتو نت ہو سیوا تھارا
چکاتا کام سستی سات دن رات
چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے
نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن
نہیں باٹ آوتا ماریں جتے دھات
جتے تھوڑے کوں نگینے تیں تمن کوں
جو یہ گھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
جگت میں دھن پھگت تس کوئی نہ لوٹے
لیتا امرت ہو رجھگڑیا لے دیا مول
سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک
ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در ڈبرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے برسن — لیتا من چت برس یوسف کے درسن

اچایا ارسیں اس چڑ کھن تھے اوپر — نہ ٹھیرے پاؤں شادی تے زمیں پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک — کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا — سو شہر مصر میں بہو تیک پایا

سبہ اس شہر میں ایسی خبر تھی — کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا — جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

. . . تین انبر کھوے رکھے ہیں — نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے — اٹھے اس کی خبر سبہ رشک میں آئے

کہے میرا نگر سو کہاں خوبی — بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی

سرگ بن کے جو پھول تانے کھلیں گے — سو ان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں — نکل مالک کوں سامن ہونے کوں

نظر سوں دیک اس نیکے نکھنے کوں — لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا — سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب — یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب

نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس — بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس

ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا — کرن سجدہ ایس کے تیئں نہ بھایا

کہ یو سر تو نہ دھر بن اس کے یہ دار — جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکبار

عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات — کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات

کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا — خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا

ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے — ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے

کر دن چار اک ہمنا کوں رمنا ہوئے — تو تہنا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے

کہ کچھ تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم — ہوئیں آسودہ جو لیں چار یک دن دم

آتا ریں ماندگی جاگی لنگھن کی | دھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی
صفا پا کھے سوں شہہ سیلوے کو ٹانکیں | خوشی سوں شہر کی رخ یا تو راکھیں
عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب | پھر یا راجے کیری سیلوے کے تئیں تب
کہیا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت | جو جاگے من میں شہہ کوں آگ غیرت
دنیا تیرو پ جے سب روپ نیکے | جو سورج سو نکھیتر ان کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست | جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک ست
اجالا جوت ادک قلیتوں کوں دلٹے | اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب ازر نگاری | سنیا جو ہر جیڑت سرونگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں | یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد در دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا | سورج کھن نیل کنٹھے یہ سیس اجایا
کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار | کہ توں اب نیل کنٹھے یہ آ سورج سار
سو گند باس انگ کیرا میل کر دور | جو دیسے دیہہ سب نرمل نخیل نور
بدیم بگ کیہہ پیرمل مرگ مدسوں | کرم کر چھوڑ سکلے نیل ندکوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اوجال | دیپایا ندکوں چھاؤں آپنی گھال
جھمک ووٹی جو بالوں پر تھے کھنچیا | سورج اندرے میں تھے لنس کا کرا پیا
لگایا کپڑے ات صاف تن تھے | کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا | میلیا جیوں رات سوں تن دیس اجالا
جو سب جگ دشت دانتا روپ کا نور | کہے امبر تھے مت آیا اتر سور
پچھانے بھی کہ سورج تھے ادک ہے | نہ دے یہ جوت جو سورج نزدیک ہے
حیوں لے دینہ سورج ڈاتی ہارے | چھپے اس تھے سورج تھے جوں ستارے
جو شہہ اس دیک خبر ریتی گنوایا | خبر اس ندپ کی اس وقت پایا
ہر طرے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے | کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اثر ہے

پچھلے سنگھہ خبر اس روپ کی سن ۔ نہ مانیا سچ کرا کھوں میں یک گن

جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا ۔ سبھہ جگ روپ ل یک نچ نہ دیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آدتے تھے باٹ لگ جب ۔ نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب

ولے جیو کوں اکو جاتیا کیا تھا ۔ ہوا انکہ گن یرہ جبتا سوا تھا

ہوا من مت کے تئیں من ات اتالا ۔ ادک ہوتے تلتل جیو کا الالا

نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے ۔ عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے

کری بھلا لیوں تلتل کیتے چھند ۔ ادک ہوئے دکھ کرے کچ چھند بند

اجا ٹیا دل نیٹ جب گھر اچھیں تھی ۔ چلی بھلا لیوں جنگل ستے نکلی

بہو وتیا اگ کی دیر اک سیتی ۔ کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی

دکھوں دو نواس لے جنگل میں پھری ۔ ولے یک تل برہ بھڑکا نہ ٹھری

جو اس اک تن کی تنگی ستے اٹھی آگ ۔ سو اگلے کیوں نہ تپے ڈونگر سیہ لاگ

عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے ۔ جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے

جرم جلتا اچھے ہو راکھ نا ہوئے ۔ نہ تنکا جگ میں ایسا دکھیا کوئے

بجھاون آگ برساوے انجواں مینہ ۔ بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ

میلاوے اسباب داں شادی کیرے سب ۔ ولے اسکوں اجاٹ اگلا کرے سب

بجوں تیک تلملی ہور جیٹ بیٹی تھی ۔ نہ جگ سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی

ہو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی ۔ نہ کس سوں کہہ سکے بن دکھ بھل کھائی

سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی ۔ جیڑی ہو دج میں ہوا وہ تن جلائی

نگر میں آئی جب اپ گھر کوں جاون ۔ سو تھے اس باٹ شہہ چھجے کے سامن

نواک غلغلا ہور طور دیکھی ۔ نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی

لگی پوچھیں زلیخا ہوئی حیران ۔ کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشان

کہے مالک سفر تھے پھر کو آیا ۔ سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ
لہذا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ

جو کئی لکھو سورج اسکے سامن آوین
نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاوین

زلیخا سیں اجیا دیکھت بجھانی
کہ ہوتی یہ مکھ الپس جگ کی دیوانی

سو کچھ ادڑا اُٹھے ان کو خبر تھے
جو اس تھے جگ سنے کرجن انیر تھے

بجھا رڈی کہا پڑی بے سدھ ہو کر
پڑے جیو ڈب الپس تھے ہات دھو کر

ترت وہ اونٹ وال اونٹن چلائے
اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھائے

وہاں جب جکچھ زلیخا کوں خبر آئی
لگی پوچھن اسے بہہ جیو سول دائی

کہ تیرا حال کئی ایسا پریشاں
منجے کہہ کھول میں بلہار قرباں

کہی لے ماتی میری کیا کہوں میں
دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

جھنا کنعاں تھے مالک جو لیایا
جو سارے شہر میں وہ شور بھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں
خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا
اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہ میں اس باج مانگوں جیو اس تن
نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے
سمت مت کر جو دیکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے
غریبی لے سٹی ماباپ اسی تھے

اسی سے جیوتے مرتے سہے ہوں
اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل
چلے تلتل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن اَنگ سنگ پائے
اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا منزل چندا کس لیں جگا سے
سورج جوں دیپ ہو کس دن دیا سے

نین کس کے ہوئیں بنت اس تھے روشن
محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن

رکن اس کن آپی سنپت سراگا
رکن اس یک کیہ آپ نیں بھراگا

میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ
نیکے تلویاں کوں نین لاؤں یا نہ

جو پوچھیں جائی وہ توں کائی جلتی
بجھائی ہے نہ کچ تدبیر چلتی

برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے
دوجا پیہ کوں میلا وے تن بجھا دے

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار — دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار
گیرا ایک سب تے اس تھے آس توڑے — ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے
عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا — اینوں مولوں نیا لڑا کرلے گھر آ
کہی جے کچھ مرا ہے سو دفینا — سُنے مانک در ب دھن کا خزینا
نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب — کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو — دیوں اس دھن جے کچھ میں بی ڈھیروں سو
رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں — گگن پھر جوں نچھتر بکھرے ہیں
جو یک مانک کا قیمت کریا گے — خزینے کی شہاں کیرے سریا گے
عزیز یک اور بھی لیایا بہانہ — کہ لیتا ہے اسے شاہی مہانہ
زلیخا بھی کہی جا بات شاہ کے پاس — سرن کر جو تیک اس جم شاہ کے پاس
کہہ اس کوں کہ منج من یہ بڑا دکھ — جو جگ میں منج نہیں بنگڑا نین سکھ
دھروں شہہ کے کرم تھے آس بھوتیک — کہ غم خواری کرے یہ دکھ مرا دیکھ
جو اس بچھتے کوں لیوں منج رضا ہوتے — تو بنگڑا منج ہور شہ تیں ندا ہوئے
عزیز اس بات کوں شہ سات آکھیا — رضا دی اس کوں بچھڑاں را آکھیا
عزیز مصر تب اس مول لیتا — اسے فرزند گن بھوان دیتا
خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر — کیتے اس تیں زلیخا من منے گھر
گئی بابیل سجن کی پاس آکر — وہ راس آئی بڑی من آس پا کر
پھری اس کی خبر شادی تھے بہو تیک — پھر آئی ڈرشت دعوں جگ تھے آس یک
پیارے پر نیٹ پیار آونے تھے — چلی پیار دن انجھو نینوں منتے تھے
گلے نینوں سوں بگلے دوئے رگڑ ہی — پیرت انجھواں سوں تلتل دھوئے پکڑی
خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے — امس تھے بھگ جگت میں نا سماوے
گھو دوزخ تھے جس جنت لیجا ویں — زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں
جو پائی بھاگ تھے من آس سفیور — سبھی بھاگوں کی پیرا ہوئے معذور
گنگس سر کرن تھے پگ تل نہ بھاوے — سبھہ جگ من میں یک رنج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تا اب اسے بھوتیک خوشی تھے
سو حیرانی سوں بھر بھر سنگ کرتی
کہ دیکھی جاگ میرے کارنے جیھ
نہ جانوں سوتے سپنا دیکھتی ہوں
کبھی سُد سوں میلا وا اسیچ مانے
جو کئی دن برہ لبس تھا منج چارا
جو میں دُکھ کے اندھالے میں پسی تھی
سو سائیں جگ دیا دن روپ اجالے
کریں تلتل شکرانا خدا کا
کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے
کبھی اس کو دیکھ دکھ ناؤں بسارے

رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے
کہ میں گنجتیاں تھے یہ باو نہ دھرتی
جو پاؤں جاگتے میں میلتی سکھ
کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں
آپی آپ مان بھوگ اپنا لکھانے
ملن امرت پائی اس کا اتارا
نہ ہنڈ سک بات اپنی سنیر تھی
منج بینہ بھوگ دولت کی دیکھالے
کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا
کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کرتے
ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

از

وجہی

آراستن محل مشتری

بجد ہو کے جدّو و جود دھرنے لگیا　　سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا

جو زرنیخ جیوں چاند سنا سو سور　　سفیداب تارے ہیں سُرخی سو لوز

عطارد چتارے کوں نیں کچھ غم　　کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم

جو خوش ہو امس لیا ٹک دل منے　　تو لک محل چترے وہ یک تل منے

نیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا　　بکتر چتر وہ چترنے لگیا

کہیں بن بیابان کہیں سمند بھار　　کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ

کہیں شیر شرزا کہیں گج تُرنگ　　کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ

کہیں بت بت خانے ہور بُت پرست　　کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست

کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں　　کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں

کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار　　کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار

کہیں تخت پر کوی سُتی مست ہو　　کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو

کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں　　کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں

کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار ہے　　کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار سے ہے

کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں　　کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں

کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر　　کہیں چاند سورج تارے انبر

چتاریا چترو و اپس ہات سوں　　سنواریا محل کو بہوت دھات سوں

کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر　　نزاکت سوں سنگار نازک کر

سُہے چوک اس نقش میدان پر　　کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر

لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ　　ہلی کاند نہ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوئی کھولتا　　تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا

اہیں سنگ جو اس کا ندر رنگ رنگ میں　　کو تاثر مسیحا ہے ہر سنگ میں

یو تاثیر ہے شہ کی تاثیر تھے　　کہ جیوں جھاڑ بڈتا اچھے نیر تھے

لکھیا نقش سینسار کی نار کا　　کیا شہ کوں بدنایک اس ٹھار کا

چتر جھمکے یوں شہ کے مکھ بھان تے　　کہ روشن زمیں جیوں ہے آسمان تے

دیکھیا یا محل کوں جو مستید کر　　کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر

ہرا ہر محل جیوں کیا بوستاں　　کہ جو شتحال ہوئی دیک سب دوستاں

محل خوب اعلیٰ یو جیوں سُرگ ہوا　　دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا

اسی دائی کوں وال بُلا بھیج کر　　لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر

تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا　　اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا

دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال　　کہ میں لی مشقت کیا اس دُنبال

دھرو منج اپر رنگ شفقت تمیں　　کرو چینر میری مشقت تمیں

ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے　　سو شاہاں کی امید ہور آس تے

اگر شہ کی اچتی نہ امید احس　　نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس

بڑا شاہ و ہے جو کچھ دان دے　　نوازے ہنرمند کوں مان دے

ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے　　نہ اُس کی فہم عقل ہور گیان تے

نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں　　کہ ہوتا ہے بل دان تے گیان کوں

سندیوں ہنر پروری کا ہے شہ　　نہ یاں جھوٹ کچھ شاعری کا ہے شہ

ہنر ہے ہنرمند کوں کیا غم اچھے　　جو بخشیں ہنروند کوں سو کم اچھے

طلب ہے جو غالب طلب گار پر　　کرے ناز ہنروند خریدار پر

ہر ایک خوب جان ہور خریدار میں　　بچارے ہنروند کوں وال بھار میں

یو موقوف ہے سب خریدار پر　　ہرا قراز کرتا سمج کار پر

ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں　　رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں

اگر مانی اچتا تو اس وقت پر　　تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجکچ ناز کی ہے مرے کام میں ۔ سو مشہور ہے روم ہور شام میں
نہ کچ آمنا کس پہ دھرتا ہوں میں ۔ غرض بات دنیا کی کرتا ہوں میں
توں درمیانے آئی تو یو کام کر ۔ مرے کام کا کچ سر انجام کر
ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام ۔ کہ تیری بزرگی ہے میرا سو کام
جو سمجے سو دو بول کس نا دھرے ۔ بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار ۔ تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
دِنے دو نو یک ٹھار آنا کدھاں ۔ ہنروند مقصود پانا کدھاں
کہ بنکھی کے تیں زور پر کا اہے ۔ ہنروند کوں تقوا ہنر کا اہے
بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں ۔ ہنر خوب پچ بخت تے کم نہیں
ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند ۔ یو دو نو بی ہو ویں تمنا ہور سکند
توں خوشحال آج ہور نکر کچھ غم ۔ بخت خوب بی ہے ہنر خوب کم
وہی شاہ عالم میں عارف کواے ۔ ہنروند کا لاڈ جے کوئی چلاے
کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا ۔ جو نیں تاب معشوق کی چھند کا
ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں ۔ سو غایاں اُپر ناز کرتے اہیں
ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے ۔ ہنروند محبوب تے خوب ہے
سرا اوّل اسے شاہ ور ساز سوں ۔ جو سو سے ہنروند کے ناز سوں
ہر ایکس کوں دل فہم سوں جگت نیں ۔ کہ عارف کھوانا یو کچھ معفت نیں
عطارد وہاں بیٹ بحو مان سوں ۔ کھیا بات اس دائی مہروان سوں
ہنر میں جو اُس دھن کوں کچھ نام ہوئے ۔ تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے
عطارد دیو بات اُس تے بولیا کھجے ۔ کہ دیکھے دل اُس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

کہی دائی جا مشتری شاہ کوں ۔ سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں
کہ شتہ مستعد سب ہوا ہے محل ۔ توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیس نئی لیا اچھے — تجھے اُس محل کا ہوس لئی اچھے
توں دھرتی تھی لئی دلیں سوں یوچ آس — کہ کو ہوئے گا یو مرا محل راس
خدا آس تیری سچے اب دیا — کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں لیا
محل دیکھ ہور مان شہ سا پچ کہ — مری بات تو ہور اُس کا ہنر
کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جائے — مجکوں جھوٹ کئی سو پتیا راگنوائے
بلند مرتبا جھوٹ تے ہوئے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست
اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے — ہنر عیب جو اچھے سو اظہار ہوئے
عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں — ہنر اچھے سمجنا ہنر عیب کوں
بچن دائی کے سن سو دھن کر منج — درست اچھے لکر اپنے دل میں سمج
چلی نار اُس ٹھار اُس کے سنگات — تماشا محل میں دیکھی وھات دھات
محل دیکھ دائی کوں گل لائے کر — انند شوق ہور ذوق حظ پائے کر
جو بولی اتھی بات وو دھن سجان — عطارد کوں اُس تے بی دی زیاست دان
شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا — دست اس وضا بات اچھنا بھلا
خدا جب جسے کچھ دلاتا اچھے — توں شاہاں کے بی دل میں لیا تا اچھے
خدا جب دلاوے تو کوئی کچھ پائے — شہاں کاں تے دیں جو خدا ناد لائے
خدا پاس تے توں اُمید آس منگ — اگر توں منگے تو خدا پاس منگ
جو شاہاں اُپر بول دھرتے اییں — غلط ہے الو یاں بسر تے اییں
عطارد کا حاصل مقصود کر — منیا دان دی دل کوں خوشنود کر
جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی — نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو — پڑی بے سُدھ ہو کر اسی ٹھار دو
کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی — سو شہ کی محبت کرے جوش تھی
کہ آہاں برآیاں جو ماری اُنے — ستی مست ہو ہوشیاری آنے
سو وو دائی پکڑی دکھوں جھور نے — لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے
کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا — مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں — اتال اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں

مبادا پری کا اچھے اس نظر — کہ یو ہوئی لیکا ئیک یوں بے خبر

منجے آج دستا نہیں کچ کہیں — منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں

تو محل جے کیا ہوا یاں اسے — لیکر جاؤں یاں تے اتا کاں اسے

اُٹھاتی تو اٹھتی نہیں نار یو — نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو

سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی — جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی

صورت شہ کی تل تل بجھانے لگی — کھڑے قد پہ بلہا رجانے لگی

دیک اس نقش کوں نار حیران تھی — سو سُد بُد گنوا سب پریشان تھی

نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے — ہوی تلخ سب زندگانی اُسے

پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں — کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش ان

قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر ہے — وہاں مشتری پھرتی جو بھیر ہے

محبت جو پکڑیا ہے یوں واٹ کر — بچاری کہا جائے وو نہاٹ کر

اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے — محبت کی تل تل سویل کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکلی کیوں جیوں مای — موتی ایک ہاری موتی سو بڑھے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں — کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں

ترا دل نہیں کی انند سکھ پر — کہ قربان گئی دائی تج مکھ پر

محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں — سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں

چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار — تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار

تو بیگانی منج جانی اس دھات کی — نہیں بولتی کھول یو بات کی

کہ ماباپ ہور یک بڑے بھای سوں — چھپاتے نہیں بات کوئی دای سوں

جو توں نا کہسی منج کن اپنا یو حال — تجے دو دو ہر گز نکر سوں حلال
اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے — تو پنکھیاں کوں بارے یو پا بند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے — توں جس تائیں یوں ہوی سو دو کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسول — اے کھی زیا ستی سوں مرے سہر کسول
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں — تو میں لیا دیودل تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں — نکو پڑ مجھ ٹے میرے دنبال توں
بجد ہے توں اس بات کوں کھولنے — ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اچھے — نہیں بات لیکائیک آتی اچھے
فہم داری کی فام سوں فام توں — وکر یر وکید دینے کیا کام توں
ترے ہات تے کام آسی نہ یو — جو کوئی نگی تجے میں تو نھا سی نہ یو
کہی سچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام — کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بجھ تج پوچھی جہر وان دائی — تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں — چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھو و بھلایا منجے — یہی نقش نیہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں — اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں — اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منغم کیوں کیا — میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت پر لی تھا گمان — ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے — سو شہ جان آپے وکس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی — سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ کچ دھن — کہ ایسچ صورت ہے یو من ہرن
لس اوپر توں بی نار ہے باؤلی — اچھا لیا بدن ہوی ہے اوتا ؤلی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے — بڑی چھند بھری بھوت نتنی سی ہے
یو کیسا اچھے عشق جو توں کری — بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت بینت میں توں نوی آئی ہے
عشقبازی دھن کچھ نہیں کام نیں
کچی توں تجے بُڈ کچی ا ... ہے
خوشی آہے دشمنی توں پچھا ن
غرض وندکوں یو بات کاں فام ہے
توں اس نقش سوں عشق سازی اہے
عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو ہتی پائی وو
تلیس تل مٹکلتی ہتی اُس مائی کوں
تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جانے ہور اُس کے من کا حبیب
(ن) تھوڑا ایچھوت جانی ہے ہی جان گے
انگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ہے نکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ہے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام نا آئے یہ کچ
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج قام
منجے معنی دستی ہے صورت بھتر
ترک کس کے کہنے کوں نیں آئی ہے
جو معنی عیاں تج ہے صورت سے منے
اول تے ہوا ہے میرا حال یو ل

اجھوں نینہ کے چرکے نیں پائی ہے
نھنی ہے توں اجھوں تجے فام نیں
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیولائی ہے
دو کھا کر جو بولے اسے دوست جان
دکھا بولتا دوست کا کام ہے
یو نینہ نیں ہے طفلاں کی بازی اہے
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
بھلی وو جو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی ہتی دائی وو
کہ واجب اہے پند دنیا دائی کوں
بھروسا جھوٹ کرتی ہے دائی یہ تر
کنا تھا سو کی وو پچھیں یا نصیب
مری بات توں ساچ کر مان گے
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اہے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ہے
تو صورت تھے کھل بھی توں کچ پاے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل بیچ تھا ہونہارا یو کام
تو لیدتی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ہے
بیاں ناکیا جائے وو کسو
پڑی کی توں غمی میرے

جو میں منگتی دارو سو دیسی نہ کوئی — کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی
دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے — الیس کا الیس کوں پڑیا ہر کسے
یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں — دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں
دیوانی دیوانے کی پند دے نکو — رو نگاکر بُرے بول توں کے نکو
اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجولنا — یو دُکھ پر ہے دُنبل تیرا بولنا
کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں — کہ جلتے اُپر تیل سٹتی ہے توں
اگر میں تجے کچ کہی اے سُبدھر — دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر
نکو عیب کر دل میں کچ ریب تے — دیوانا ہے کالی (؟) ہر ایک عیب تے
کیا عقل میں اپ کے لھو گھونٹنا — بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا
دیوانا جو کوئی ہوے زمانا پچھان — وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان
غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے — نصیباں منے تھا سو انپڑیا منجے
نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے — کہ یو عشق اپے آنہارا اہے
جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب — اخل ہور فہم شدّ بُد گیاں سب
نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر — کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر
یو فریاد میں کس کنے جا کروں — نہ ہونا تھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بُلا تا کہ وو — دو نوں بیٹھے ملکر سو یک ٹھار وو
کہی توں سنوار یا محل ساز سوں — لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں
صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں — سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں
ہنروند توں سچ پچھانی تجے — کہ مانی تھے تج زیاست مانی تجے
کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں — ہراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں
سو دھن بات بھو دھات اس سات کر — کہ اس سات بھو دھات یو بات کر
کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں — سو اُس راز کی بات کہتی ہوں میں

سگی شہ کی صورت اُپر کی نظر
کہی اے عطارد توں سن کان دھر
(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں
چمک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں
(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے
کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے
دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں
توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں
میرا من مجلایا یو من ہر صورت
لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت
عجب راز ہے یو چ پایا نہ جائے
جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے
(ن) کتا ہیں رکھوں دل میں نا بول کر
کہتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر
(ن) کہ یو بھید کر توں سجے فام ہے
کہ تجسوں انگے بی منجے کام ہے
عطارد کھیا دل میں اس دھات لیائے
کہ سنیٹری ہے اب یو تو جانے نہ پائے
بہت سچ ستی آج یو کام ہوا
اتال انت اس کا منجے فام ہوا
جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں
سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں
سنے گا اگر شاہ اس بات کوں
تو خوش ہوے گا منجہ بجو دھات سوں
چتارا چتر گنونتا خوش لکھن
کھیا کھول سب مشتری نارکن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سبحان
دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان
شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب
جنگل بکڑے ٹھے (۲) وو نکل گمرتے سب
ظلم زیاستی تھے ملک پاک اس
کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اس
شٹے گا بنی گاب اس ھاک تے
چھپیا بھیں بھتر رستم اس دھاک تے
جو اس ڈر نہ اچتا سمند دل منے
تو جگ کوں ڈباتا دو یک تل منے
اگر ہیبت اس کا نہ دھرتا یوں
اڑا اسٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سریر
اگن کانپتی ہور لرزتا ھے نیر

محمد قلی فرزند اس راج کا
کہ لایق ہے وو تخت ہور تاج کا

تلاسیں(۲) پشانی سوں پگ سُندریاں
دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حور و پریاں

جھلکے نور شہ مکھ چندر میں اچھے
نہ جن ناپری نا بشر میں اچھے

پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ

جو انگلی چپکل چلکھ(۲) دھرتا اچھے
تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے

لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات

ہریک گوپیں شہ کی جیوں ماہ سے
کہ اس دور میں کشن او شاہ ھے

اگر سورجیسی اچھے کوئی سُندر
بلا دور ہُوے شہ کے پاواں اُپر

ہُوا پرگٹ اس کا حُسن یاں تلگ
کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ھے جگ

جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے
وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے

رھے جان جہاں(۳) جان شہ بجھ بل
اچھے جہاں جیوں دولت اس پانو تل

وو ایسا ھے شہ جان سُن اے سُندر
سگی ماں بھلے گی اسے دیکھ کر

صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب

جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جایں
تو ان روت جھاڑاں پھلاں بار لیایں

شہنشہ کے دیدار کے نور تھے
سُکے جھاڑ ہرے ہویں بھی سیر تھے

کھیا سب ولے ان کھیا میں یو بات
کہ عاشق ھے تیرا سگھڑ شہ سُجات

کہ مت سرچپے بات یو سون کر
ہوا کام بھی سر تے ہوی تل اُپر

جو عاجز ہو دکھلائے عاشق نیاز
تو معشوق کرتا ھے تیر تیح ناز

کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے
چھپی میں ہے مشہور یو بات ھے

سُلکھن چتر دھن چنچل گنو نتی
سو شہ عشق کے مدسوں ہوئی بھتی متی

کہی کیا ھے تدبیر اس کی اتال
کہ منج تو اب رہیا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر — تو تو یو منج کچ اس کی تدبیر کر
مرا حال کیا ہے سو جانتے تمہیں — چھپیا راز دل کا پچھانتے تمہیں
نہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو — کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کسے بات یو لوگوں میں جاے کر — کہ تدبیر میری کرے آے کر
جو منت لگی کرنے مجبود حات سوں — عطارد قبولیا وو اس بات کوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا — کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بہوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کیتی ہوں ہیا پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
ہر ہا لو سنتا تا منجے تج یاد تل تل رے پیا
منج تن تعیش جانے نہیں منج ٹھار جیو لانے نہیں
منج دل مندھر میانے نہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں نیں ایک تل نیں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
مہر سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نٹھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں بیچتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس سار کہاں ہے
دیدے مرے نایدے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو پیار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بہو تج دل — رہیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں — سورج سہر و قد سہرنگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آے نا بوستاں — نہ منج خو لیش بھاتے ہیں نادوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے — نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
بساے ہوے کیس یوں سس تے — تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نر ملا نوجواں — کہاں ہے وو شہ گنونتا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن مٹھی چال کا — کہاں ہے وو ساجن لٹنے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن — کہاں وو سگھڑا چھیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات — تجا نوکر گمتا ہے شہ کس سنگات
مجکوی نار اُس کن ہے اُس نار تھے — منجے رشک آتی ہے اِس ٹھار تے

ہوے جل کجّل نین دیدار باج — یکیکی کدھاں لگ رہوں یار باج
رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے — کہ مکھ چاند اچھو سو تارے ہوے
ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ہے — سنا تھا اول سو اتال آگ سے
دو بادام تھے اُس چنچل نار کے — لگے دانے جھرنے سو انار کے
کہی شاہ کے تیں سو دھن یاد کر — دُکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر
منجے تیرے ملنے کی لئی آس ہے — کہ تن منج کئے جیو تج پاس ہے
میرا حال کیا ہے سوا شاہ نیک — توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک
بچھڑا منج پر ہے کے توں جنجال تھے — توں غافل نکو اچ میرے حال تھے
کیا ہے برہ زیاستی داد دے — پریشاں ہے جیو دل شاد دے
کہ کوئی داد ویسی نہ تج باج منج — عجب کام آکر پڑیا آج منج
رہی ہوں بھوت درتے تج آس کر — منجے گن توں اے شہ ایس داس کر
منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں — کہ تج[۱] سات ملکرو ناندیاں ہیں
پریاں ہور حوراں رہے[۱] تج سنگات — تیری ناند نک شہ اچھے دھات دھات
ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی — محبت میں ہیں زیاست ہوں سب ستی
محبت میں جو زیاست سو زیاست ہے — کہی بات میں راست ہور راست ہے
بڑا سا برہ منج ستاتا اسے — سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اسے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں — رگڑ[۱] کر سٹوں دُ[۲]نے دے پاواں تلیں
اگر وصل ٹک آکے سنبالتا — تو برہا منجے کیا سبب جالتا
بڑا لے کٹرا اس میں خوبائی نیں — منجے مارنے عار اسے آئی نیں
گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا — لفا کیا ہے جگ میں برہ آئی کا
کہ ما اس کی نا جنتی باٹ کی (۹) — دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں
میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج
نہیں منج توں دستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعدے کی منج آس نادرس کچھے
ہریک دیس تج باج سو برس کچھے

رباعی خواندن مشتری

تج یار بنا ہور منجے کام نہیں
بس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی ادکھ جیو وتے
توں کیوں منجے منگتا تسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں
لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا انے کاغذ اس شاہ پاس
کہ برآئی ہے تجہ امید و آس
اگر دھن آیہ ہے تیرا شاہ جی
تو واں کھاں کھا ہو ریاں پانی پی
کہ جیو ناج تج باج مشکل اسے
گذرتا ہے جگ ہو کے ہر تل اسے
تکو بار لا بیگ توں بیگ آ
کہ وو نار ہوی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوی ہے یو بدنام یاں
کہ کچ کرتے کچھ ہو گیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر
قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس
تو یک تل میں مرتی سو دھن بےاساس
میرے پاس احوال سب کئی اچھے
اسی آس سوں چوب کر رھئی اچھے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے یرا ل
صفے پر نکل پڑتے تھے اچھرا ن
نہ لک سک قلم دک تے گھستا اتھا
رُتھے پر قلم کالی ستتا اتھا
بھیں عشق بھید یا ہے اس ماہ میں
کہ سو سو خسرو اچھے اک آہ میں
نپٹ تجسوں لیدی اچھے نارود
تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اسے
نہیں کام تج یاد بن کام اسے
تہاتوں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست
ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن   کہ ماں دودیتی نہیں روسے بن

توں اب... بمقصود ہوے لول نے   برگ پھل سٹے باد کے تول سنے تے

برگ بار ہے ہور جہاں باد نیں   تُرت پھل لینے کا وہاں داد نیں

جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر   تو بیگی نکو کر ہریک کام پر

ملے گی تجے وہ چنچل سندری   نظر آکر اب شہ میری چاکری

دیوانی تیری مشتری نار ہے   سو شاباش کہنے کی منج ٹھار ہے

کیا کام یو میں یہاں میں سنجر   میرے بخت اے شاہ تیری نظر

تجے بات یو شہ کھیا جاے نا   ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا

کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب   کہے تو چھپیا بھید ہوے فام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ ناماہو خوش چاد سوں   انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاد سوں

کھیا کام یکایک یوں کیوں ہوا   جو اوّل تھا دم سو اب یوں ہُوا

ہریک مشکل آسان کرتا ہے وو   کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو

کیا شکر سجدے کون کرتار کا   کہ توں دل مُجھلایا ہے اِس نار کا

جو لیدی ہے وو ناریوں منج اُپر   سو میں کیا سکوں گا تیرا شکر کر

جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا   خوشی ہوے غم اس کوں سینار کا

کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے   مُراد اُس کے پاواں تلیں خاک ہے

بخت بختور آج غالب ہوا   کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا

کھیا شاہ اُس نار مہتاب کوں   کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں

رہیا تجسوں لی دلیں یک ٹھار مل   سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل

جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں   تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں

تیرا پیار منج پر اہے اے پری   کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری

عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں   نہ ہو سکوں تیرا سو آترای میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال ۔۔۔ کہ بیت دیکھتی تجسو دھن ہست چال
بشارت توں آج پایا ہوں میں ۔۔۔ اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
رضا دے توں خوشنود ہو کر منجے ۔۔۔ کہ توں ہے پری ہے ترا ڈر منجے
دکھن تے جو مس ٹھارا نپڑیا ہوں میں ۔۔۔ تیرے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں ۔۔۔ بیچھا نیا ہے آخر منجے اس دہات توں
نتی بے ادب کر نکو جان منج ۔۔۔ کہ میں داس تیری ہوں توں ان منج
مری بات پچ جان شہ توں پتیائے لے ۔۔۔ کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے
نہیں خوب اس جو برائی کرے ۔۔۔ گو الکھو دے پر کاج اپے ڈپ مرے
بھلے ہور برے میں فرق ہے شہا ۔۔۔ برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا
جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا ۔۔۔ اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا
برائی کہ یا خوبی یو دو پچ ہے ۔۔۔ اصیل ہور کم ذات میں یو پچ ہے
منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں ۔۔۔ جو رہیگا تو منت سوں رکھتی ہوں میں
اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا ۔۔۔ اگر جائے گا شہ تو تیرا رضا
کہے شہ کہ جاتا منجے ہے ضرور ۔۔۔ جو نا جا سوں تو کام پڑتا ہے دور
منجے ایک تل اس بن آرام نیں ۔۔۔ رہنے کا یہاں اب میرا کام نیں
سلکھن سکی چنچلی ماہتاب ۔۔۔ سو دی شاہ کوں یوں پھرا کر جواب
سنگات آتی انپڑاتی ستہ تو ج گھر ۔۔۔ جو اچتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر
تری باندی ہوں میں منجے نا بسار ۔۔۔ توں جاتا ہے دے کچ منجے یادگار
کہیا شہ کہ میں لی گیا تو ج سنگ ۔۔۔ توں کیا منگتی ہے سو میرے پاس منگ
کہی خوش ہو ہنس کر وہ منس مکھ پری ۔۔۔ ترے ہات کی شاہ انگشتری
انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے ۔۔۔ رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے
جو شہ گی کہ دے توں بی کچ منج نشاں ۔۔۔ کہ تج یاد کر تا اچھوں اسے سنجال
جتا خوش اتھا آشنائی تے میں ۔۔۔ وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں
کہاں تے کہ یو آشنائی ہوئی ۔۔۔ کہ اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسماں
کہ اوّل بہار ہور آخر خزاں

مثل جگ میں مشہور یو جم اچھے
کہ ہر یک خوشی کے تیں غم اچھے

بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار
کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار

یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران
تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان

یکس کی نشانی کوں یک دیک کر
کرے یاد یکسکوں یک اے سندر

نشانی کی تو کوچ حاجت نہیں
ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں

نہ بسرے کدھیں یار کے تیں دو یار
محبت اچھے تب کتے یادگار

پیرت کا روش تو اچھے اس وضا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

از

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگہار کا

جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل
چندر سور تے خوب نرمل نچھل

سو عاصم تول شاہ پایا اُسیں
بہر حال فرزند ہوا کر اُسیں

خزینے دفینے جو کھولن لگیا
رتن ہیر کے راس کھولن لگیا

گنایا عُترت جگ منے کاج یوں
گنانا سکے جگ میں کوئی راج یوں

دُعا سوں اُچھا ہات بہوت صدق سات
منگیا اپنے فرزند کوں بجد حیات

خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک
سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک

جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر
خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر

اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا
دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا

مبارک گھڑی میں دیکھت فال او
سو ساعد کر اس کا رکھیا ناؤں سو

جو اس حال نھے شہ کوں اپڑے خبر
ہوگیا سر تھے بجی خرّمی پا بسکر

بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں
کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں

جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں
بدہیں ایک دل ہو کہ ہویا رااچھیں

منگا بھیج ساعد کوں ویں شہر یار
دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار

خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا
دیکھیا شاہزادے کے طالع کھلا

سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل
کہ چودہ برس میں یکایک اول

بُرا غم اُسے ہو کہ دکھلائے گا
گذرئے جفا اُس اُپر جائے گا

تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات
ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات

ولے شادمانی ہے آخر اُسے
بڑی کامرانی ہے آخر اُسے

سن اس بات کوں شہ تبرا مان کر
توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دولتوں کو پالن لگیا — سو تِل تِل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جبوں یو دولو ہوئے — معلّم کوں یک خوب پیدا کئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے — لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں — جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں — جو ساتوں قلم آئے تھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے — برابر اُنن کے تمہا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے — جو رستم نے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے — رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا — مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سو رج لاک لاک — تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اپے — دیکھن شہر کا خلق آتا اپے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے — گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں — طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن بادشاہ وعطا کردن خلعت وعاشق شدن سیفُ الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال — شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل — گئے بخت ور جاں ساعد سوں مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل — ادب سات سر ہوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا — سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلکر دوئی کوں — لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا تن ہیں خوشحال اس دہات سوں
کہیا جائے نا او کسی بات سوں

لیلنے لگیا پیار کا دل میں شوق
منگایا خزینے میں تے یک صندوق

سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے
جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے

وو صندوق کھول ایک انگشتری
جھمکتا نگینا سو جیوں مشتری

نچھل زر زری خوب زربفت ایک
یو دوبست کوں کاڑ اپے شاہ دیکھ

سو سیف الملوک کے دیا ہات میں
ہو خوشحال بہو تیج اسی سات میں

منگایا اُتم ذات تیری النوپ
یوں ساز جلدی میں آپ روپ روپ

کیا پیش کش ہور نواز یا بہوت
بلا کر کہیا اے میرے منکے پوت

یو تیری اتم ہور یو انگشتری
یو زربفت نرمل نچھل زر زری

میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج
پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج

عجب کچھ خزینے میں میرے ہیں یو
دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو

کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں
عزیز ار جمند ہور دلبند نیں

یو ستاں تجھے آرزانی اچھو
تیری عمر کوں جاودانی اچھو

خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا
دے تشریف دولو کوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات
جھمکتے تھے نوراں میں لک لک دہات

نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے
جھمکتا اتھا جگمگاریاں سیتے

نچھل چاندنا سب میں پڑیا اتھا
سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا

سنے بن یون مکاتی اتھے
چمن در چمن لک لکاتی اتھے

خوشی ایسی نچھل چاندنی دیکھ رات
لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات

صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ
لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

تجھل کا ہمارے سو گانے لگے
بجھانے کے باجے بجانے لگے

مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں
ہوئے مست پیالے کرے سنگ سوں

ادہی رات گتے ہوئی ایسے دہات
رہے مانند سے ہو نیندار کیرے ہنکات

ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار
یکٹ شاہزادہ سو تہا ہوشیار

یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش
سو ہمیل زرلفت کا دو قماش

دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُنے
سو تصویر پایا عجب اس منے

وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا
وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا

پس میں لگیا رونے زار زار
سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار

وہ صورت نظر میں رہی چوب کر
سو جاگا کیا دل منے خوب کر

دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر
لیا کھینچ دم سب تھنے مکھ موڑ کر

اندر ہارے بھری کوٹھڑی میں یکٹ
سو جا پر رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار
لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار

نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں
لگیا ڈھونڈنے حیران ہو ہر کہیں

سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار
پڑیا تھا اکیلا دو کھوں بیقرار

انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے
ندیاں ہو کے دو وہرتی چلنے لتھے

نہ ذرہ خبر کچ اُسے ذات کی
نہ طاقت زباں کوں ہے کچ بات کی

جتا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے
جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے

وتا ابیں دکھلائے بیہوش کر
ندے جاب چپ رہے فراموش کر

اٹھیا ساعد اس دیکھ کر تلملا
لیا ہتیاں سوں کمر بھیسلا

جو درحال اس شہ کوں خبر جا دیا
یکایک سشہ کا سینا تڑخیا

جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک
سو بیتاب سچ پچ پایا ادیک

کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے
وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے

جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
سو سیف الملوک جان سو جان تھا

ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے
دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے

جو مجلس بھرانے کے تیئں بھار جائے
تو فرزند کوں دل منے یاد لیائے

کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اُسے
نکل دیہڑ ہیں تے جیو جاوے اسے

صبا او تھٹہ بلا دور دے بے شمار
ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار

سنا ہور روپا باند کھنڈیاں بٹاے
جواہر کے راساں لیکر آ لوٹاے

دیکھیا یوں جو بیتاب یکبارگی
کمر بیس گئی ہور لگی تگ بگی

سو اس وقت نرگس کو نا کر خبر
مبادا نظر کچ لگی ہوئے کر

دعایاں کو دھو دھو پلانے لگیا
لکھیا تعویذاں لیا باندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے
حلب چین ہور ماوراالنہر کے

شتابی سوں فرمان صادر کیا
وتیاں کوں بلا بھیج حاضر کیا

کتے وضع سوں سب کے دل ہات لے
کہیا مہربانی سیتی لا گلے

جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک

مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں
عزیز ارجمند ہور دلبند نیں

ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو
کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو

کریگا دوا جو کوئی درد فام
دلیو ونگا اُسے بادشاہی تمام

سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے
اُٹھے سب حکیماں سو یکدھیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے
کرینگے دوا لو کتا کام ہے

حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں
درد ظاہر اچ کچھ نہیں پائے ہیں

ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
رہے درد نا فام حیران سب

جو اُس درد کا جنس کچ ہوتا
تو دارو و درمن کوں رج ہوتا

سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا
ولے عشق کے درد کوں نہیں دوا

اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
بچارے حکیماں کریں کیا کہو

مسلم شہنشہ ہوا لاعلاج
نہ تھا کام اُسے کچ بیٹھے روئے باج

ہوا گھابرا اِستادمانی سٹیا
نپٹ نیند دانا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل
کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول

تج اُس بات تدبیر کرنا بھلا
تج اُس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا

ہونا اچھے وضع سوں گھابرا
کہ رہنا تج اُس دہات سوں ہے برا

سراندیل ترا سب پشیمان ہے
دکھی ہو مسلم پریشان ہے

اپن درد تجھے ہکوا آپے دردناک
نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک

بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک
اچھے اُس کے دوک درد میں ہو شریک

وہی اُس کے دل کا سوانت پائیگا
وہی اُس کوں مارگ منے لائیگا

شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
دیا تج ساعد کوں بیٹے کے ٹھار

گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک
لگیا رووُنے زار اُستے اد یک

کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال

ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو
ترا دل خوشیاں سات بھرپور اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے
سدا سور مجکوں تیرے سور نے

ادھر کھول مج سات کچ بول توں
ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں

کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں
ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں

یکایک یو آیا ہے کیا فکر تج
لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج

نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے
جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھرے

ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور
جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور

کہے باج توں کچ سبے فام نیں
سُنے لگ میرے دل کوں آرام نیں

مجے کھول کر توں کہے تو بھلا
وگر نیں تو میں کاٹ لیونگا گلا

کمر میں ستے وہیں اپنے خنجر کوں کاڑ
گیا آپنا پیٹ سینے کوں پھاڑ

دیک اے حال درحال سیف الملوک
پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موک

برہ آگ سوں جل بلا آہ مار
انگارے نیَن میں تے ڈالیا ہزار

پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے
اپن دوکہہ ہور درد کا یار ہے

وو زربفت کا پارچہ لائیا
جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا

کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت
اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت

یہی روپ لبدائیا ہے مجے
یہی حسن بے سُدہ کیلا ہے مجے

کہیں روپ دنیا میں اُس سار کا
نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا

کہ لگتی ہے تُی دل کو حیرانگی
نجانوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی

سنیا راز ساعد اپن یار تے
رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے

شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا
سوا و صورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت آوردن پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر
کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو میں دیا تھا اُسے — جو خوش ہو عنایت کیا تھا اسے
میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر — سو دیکھیا ایکایک اُسی وقت پر
جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا — دہلارا اٹھا سخت شہر شور کا
چھپیا تھا گگن اس دہلارے تلیں — پریشان تھا خلق بارے تلیں
سو ویسے ہیں واں تے نکل بہار کوں — کیتنک شہ پریاں علیں جھلکار سوں
میرے تخت کے آنگے آیاں تمام — کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام
کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج — ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج
دو زربفت کا پارچہ لائیاں — میرے آنگے رکھ کھول دکھلائیاں
جو تھا اس منے صورت بے نظر — تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر
لیا ہیں اُسی وقت پریاں تے انٹ — کہ صورت کسی کا ہے پایا ہیں نپٹ
کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم — لو لیایاں ہیں از گلستانِ ارم
کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال — سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال
او شہبال بن شاہ رخ راج کی — سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی
پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام — کریں آکے شہبال کوں سب سلام
وو زربفت بے مثل نا ہووے کر — یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر
لیکر آئیکر پیش کش منج کمیاں — ایکائیک سب غیب ہو کر گیاں
نہ جانیا ہیں اس کوں دہات ہوئیگا لگکر — کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر
سلیمان تونیں سے ہے جیتا اتال — کہ دستا ہے منج سر بسر کام گھال
یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان — ہو دیوے گلستاں ارم کا نشان
لگیا فکر آشہ کوں اس دہات کا — معما دسیا مشکل اس بات کا
اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک — ہلگوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال — اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال
توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے — اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے
اوتالا نکو ہو کہ رنج زیان سے ہے — اوتالا کرن ہار ناداں ہے
تجے اس وقت پر صبوری بھلی — توعاقل ہے تج عقل پوری بھلی
بجھانت سیتی خوب پہچان توں — نہ کر یوں اپس کو پریشان توں
کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک — درد دو کھہ تجے کر لے سینے کو پاک
جو لیووں پرے ہیں کلا ہات پاؤں — خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں
جو اس دبات سوں سنگ مہلت لیا — سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا
پتیا باپ کی بات سیف الملوک — رہیا دم پکڑ چھوڑ دے درد و دوک
لگیا پھرنے خوشحال ساعد سنگات — پکڑ کر رہیا وو اسے دن ورات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستانِ ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا — کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار — لگے ڈھونڈنے عالم منے ٹھار ٹھار
سو ڈھنڈنے لگے کراوتالا تمام — سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام
خراسان روم ہور شام ہور ختن — حبش ہور گجرات دلی دکھن
عراق ہور شیراز رَے ہور خجند — بخارا بلخ یزد ہور سمرقند
سمنجان کاشان سنجان سب — حلب چین توراں ایران سب
مجاہم گرہ ہور سکل پرتگال — سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ — بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر — پنائے گلستاں ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو — پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک — لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکھ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جائے کر — پڑیا دہرتری پر سوا تڑ تڑائے کر
سینیا غم سینتی کوٹ لینے لگیا — کمراوس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا — سو بیہوشی کے ہات آپسیں دیا
لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے — اڑایا نپٹ ہو کے آرام اُسے
سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا — نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل روے زار زار — پڑے بے خبر ہو ٹسکر بھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہووے — نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپنے نین تل — اُس اوپر جاوے او کہہ تل تل
کہے یوں کہ رے جی من کی دلدار توں — میرے من میں لنس دن بسنہار توں
توں کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی — توں کس کہان کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چندر بھان توں — کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی — جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لبہدائی ہے — میرے من کوں چت آپنا لائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں — سو کیوں ڈھنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
و نہ کچہ عشق کا منج خبر تھا اول — نہ کچھ برہ کا منج کوں ڈر تھا اول
نہیں مج پرت لاگتے یوں ندڈ حال — رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دنے دن اسی دہات بنٹھا اچھے — دیکھیں اس پیاری کو جینا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن — دکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سو کھ دُبلا تنک تار ہو — نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
اَپس میں اَپیں بھر ٹھنڈی تیر داساس — کہیا آ سُبکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے — تعجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا — بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا و بتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام — سو ملک ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اُٹھیا جہوں — کسی سے پڑیا نیں بوکت بہارا جہوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا — نہ سمجھے کسی دہات نیرا جیا
پری کوں کِنے جاکے لیانا سکے — کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجھے کوچ سو تدبیر دستا نہیں — سو کیوں ہے کی تقدیر دِستا نہیں
کریگا اگر مال و دہن اختیار — تو دیوں گا تجے بے حدو بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں — دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر تھے سیف الملوک جیوں بو بات — ہو تغیر اَپس میں آپے دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور — اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرّہ نہ ہو کس پہ میرا خیال — مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی توں تی میرے کام میں — لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں — کیا کرنے کے دہات تدبیر توں
ہوا دو کھ تجے تج کدن تے زیاد — ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال — جو لیؤوں رضا تج کنے تے اِیتال
پھروں جاکے عالم کے چوپھیر میں — آپے ہو کروں اپنی تدبیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر
جو لیؤوں گلستان ارم کا خبر

لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا
میرے آس تھے میں وراس آؤں گا

بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ
کہ مجھو تیج پکڑیا ہے منج دل اُچاٹ

لگے برہ اُس کا سو جیوں کھرگ منج
پوچھیا انکھیاں تل ولیسے مرگ منج

اپن من میں پیدا کر ایسا خیال
پڑیا باپ کیرا مسلم دُنبال

جو تھا شاہ اول تے رنجور پور
ہوا سر تے بھی دو کھ تلے چور چور

کتے وضع سوں تلملانے لگیا
غطے غم کے دریا میں کھانے لگیا

کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک
کیوں اُس ایک کوں دیوں رضا ذریک

سکت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں
ولے تاب نیں ہیں جو اس باج اچھوں

کتے قرن پیچھے منجے ذو الجلال
دیا کر دیا ہے یو نوری نہال

نیں تل تے کیوں ہیں بھگاؤں اسے
ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے

میرا دین یو ہور ایمان ہے
میرا جیو اُس پر تے قربان ہے

کتیک بار کوں پھر اندیشے سنگات
کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات

مبادا دو کھوں تے سینا پھوڑلے
مبادا یو جیو نے تے دل توڑلے

دو جا ہور نین ہے جو گوں کچ اسے
کیا ہے نپٹ عشق یوں کچ لسے

بھلا جو خدا پر توکل کروں
اِسے باٹ لانے کبر اَبل کروں

سفر جا کے یا من کے مقصود پائے
جفا دو کھ تے بھوا کے یا پھر کے آئے

یو دو حال تھے کام خالی نہیں
بن اُس فکر تے فکر حالی نہیں

برس پانچ کے مستعیدی کیا
دل اس کا منگے تیوں دلاسا دیا

نول شاہ عاصم سشہ کامیاب
بلا بھیج کاریگراں کوں شتاب

سو فرمائیا کشتیاں بے نظر
یک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر

ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے
تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھاٹھار
جہاں کا تہاں کام خوب اُستوار

کرے اس وضع تیں سو کشتیاں
دیک اُس کشتیاں کوں نہالے بہشتیاں

کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں پائیں
نہ دک داٹ آئے کیوں جنگل گھاٹیں

کیتنک ماہ رویاں کو خوش ناز کے
کیتنک مطربانان خوش آواز کے

کیتنک خوش ظرافت کے نرمل ظریف
کیتنک بے بدل قصّہ خواناں حریف

کیتنک کھنڈیاں ارغوانی شراب
کیتنک جنس کے نعمتاں لے حساب

کیتنک خوب تحفے کیتنک کروڑ مال
کیتنک ذات تیزی پون کے مثال

کیتنک فوج لشکر کیرے بے نظیر
کیتنک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر

کیتنک جنس کے خوب باندی غلام
اپے ہو بجد مستعد کر تمام

کیتنک جنس کا موپ کر بیشمار
دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار

ہر ایک کام پر شہ اپے ہو بجد
جو کچ کرتے کا تھا کیا مستعد

سچ دہات اس بے وفا دیر کا
خدا تے مدد منگ نے خیر کا

دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال
روانہ کیا ہور ہوا جیوں نڈھال

لگیا روتے فرزند کے دھیان سوں
بلا بھیج ویں اپنے پر دہان کوں

کیا ملک اُس کے حوالے تمام
سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام

عبادت سوں مشغول ہور رات دِن
دعا سات چت لائیا چھین چھین
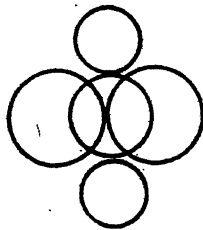
ماہ پیکر
۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء
از
احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الہی کرم کر توں اس کار میں   نکو بھا فرق یار ہور یار میں
ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا   رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جیدا
اتگے جا قدم دو او ٹھیا ہانک مار   ٹوٹی منج تے میری اتیا غمگسار
چلیا دس تے پیکر تنگ دھرتی ات   کر دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات
ستو درو دیو ار میرا اسدا   کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا
تمن تے میرے یار یارا ہر میں   کہ یاتا تھا ہر نس تمارا درس
اگر یانوں تمکن جو آوے چلے   پڑے گی نظر جب او چینی کلی
کہو میری یا توکوں میرا سلام   کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام
کہ پیکر پکڑ دوڑی اتریا چھپا   خدا یا ج سکوں نہ تھا کوئی دوجا
چلیا یار کے گھر کوں وو نور تن   کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھائیا   ملک زادہ اس کو نظر آئیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑ آنگن میں نکل   کہ پیکر کا دک اس کھڑیا تھا ابل
کہ ہو منتظر او اپن یار کا   کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا
الہی کی درگاہ میں بیحد پکار   دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار
الہی او پیکر ہے اس رات ملی   کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہاں میں
نگہبان توں ہے الہی اوسے   کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے
الہی سلامت کدھاں آئے گا   کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الہی صحبت سوں اوسے منجہ میلا   الہی میرا یار منجہ پھیر دیلا
ہزاروں مشقت کئی دھات سوں   چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں
مگر جا ادھر رات کو بند پڑیا   نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر   عجب بے جگر ہے سو او سخت تر

نیٹ اوکم عقل سو بے نام ہے — نہ آیا جوں یاں واں کیا کام ہے
سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اپتال — نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اجال
مگر پھر کہ سنپڑیا ہے کتوال بات — نہ آیا رھیا ہے سوا و کیسی دھات
کہ معشوق اس کوں ہے لینے بھولا — رھیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا
کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر — رھیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے اپتال — چھبیلی رکھی ہے سو اس کی سنبھال
کھڑا تھا ملک زادا کرتا بچار — دو نینیاں کوں نیناں ہوئے وین چار
یکس کوں یکس گل لگا کر میلے — سو لے بات بین بات گھر کوں چلے
کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا — کہ پیکر کوں دیکتے گیا دُک جفا
کہ خوشحال ہو دھات سوں تے رھیا — کہ دُک ہور غم سارا اس تے گیا
ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار — صبح ایک توں واں کیوں کیا تھا قرار
رَین ہے نیٹ تھوڑی اس وقت پر — صبح کوں تیرے سیس ہے سخت تمر
ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تجہ بخت میں — کہ جائے گی ہے نیناں سونیہ کی اد کام
نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام — سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا
رہی بہت پیسا نیناں میں آ — گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا — ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
کہ سب نس جگندے نین آج ہے — کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے
رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر — کہ سن یار میرے ٹک آرام کر
لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس — تو لسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر — بچھایا ملک زادہ کر خوب تر
کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا — بچھانا ملک زادہ نیکا کریا
پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر — لے جا کر سو بلایا او نامور
ملک زادہ پیکر ہوں ہم یار ہو — کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچ بول اے عاشق نیک نام ۔ پرت کا کھڑیا تجھ سوں کچیا تھا کام

کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا ۔ پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا

اجھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں ۔ چھولیا تھا سو معشوق کس دھات کوں

ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں ۔ چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں

ملک زادے کی دھر سو مہ یاد کر ۔ لگیا رونے بجد و فریاد کر

کڑکنے لگیا بجلیاں کے نمن ۔ لگے ہلنے دھانکا سوں ساتوں گگن

گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال ۔ کہ برسات مانند نیناں کا حال

کہ سن یار جانی میری بات اتیال ۔ کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال

منجے جو رمیری جیو نی توں یار کوں ۔ ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں

موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا ۔ کہ قربان تج پر تے میرا جیا

کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں ۔ زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں

رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا ۔ کہ محبوب کوں جا کے جو ل میں ملیا

دوگانہ ادا کر سو قرآن تمام ۔ پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام

رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار ۔ نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار

پکڑ بات میری منگا او آ کھڑی ۔ نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری

ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او ۔ ودیع مہ کری تھی سو سب سکتے او

عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں ۔ نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں

رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار ۔ نہ تھا اس ہمت ہور تقوی کا کار

گیا تھا سو اس گیان اس تے نیکل ۔ کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل

ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار ۔ او اٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار

لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں ۔ منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں

نکو جا توں رہ یاں سوائے جان من ۔ میرے دل منے ہے سو تیرا وطن

رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا ۔ نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار
لگیا ہات چوڑن سو مہ جھر پکار

محبت کا متّے اس کو جوش آئیا
اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا

سلگ نیہ اگن سٹ سے بھڑکا ہوا
کہ پیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا

یرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے
تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے

کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو
گئی عقل نفسانی تاراج ہو

لگیا پیر پیٹنے سو سینے سنگات
کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات

کہاں ہے او بو لو سو میری مثال
کہاں ہے چکا جوت کی اوجلال

کہاں ہے او مہتاب شبرات کی
کہاں ہے میری مہ میرے سات کی

کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا
کہاں ہے سُرج میری ایمان کا

کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال
کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال

کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی
کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی

ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو
پڑیا بھیّں او پر سراہو سو دکھو

ملک زادہ اس دیک حیران ہوا
کہ پیکر کہ جیتا ہے یا بے ہوا

لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا
ایسی بات نیہ کی نہ بچنا بھلا

کہ نیئں جانتا یوں کہ یو ہے وزا
کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا

کہ نیئں جانتا تھا میں ایسی سودھات
پرت بات کرتی ہوئی جیو پہ گھات

نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد
نہ جانتا سو پیکر کا جان ہو آزاد

پرت بات کرنے نکل جاوے جیو
عجب ہے کہ جیتی او لو دیک پیو

پرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات
کہ مرنا و جینا سو ہے سات سات

اندیشن یوں سو پیکر کوں دیکھن لگیا
سو دھر ہات سینے پہ ڈولن لگیا

اچھا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ
گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ

کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا
کہ پیکر اپن جیو یوں کھوئے گا

کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں
نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جان　　نین کھول دیک منج کوں ہو مہربان
ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام　　کہ اُٹ جاگ اے عاشق نیک نام
پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو　　کہ اُٹ یار میرے توں ہشیار ہو
ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں　　اوچایا تا تھا پیکر کوں بھو بھات سوں
ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام　　بغیر بانگ یو گے نہ چل سی یاں کام
ملک زادہ جب بانگ بولیا پکار　　کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار
نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام　　اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام
وضو ساز دونو مصلیٰ ہوئے　　مصلا بچھا کر سنت سب کئے
ملک زادہ جب او ہوا پیش امام　　فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
سلامان دیئے او تو ہر دو طرف　　کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
ملک زادہ پیکر دونو نیک نام　　کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام
اوچایا ہات دونوں مناجات کوں　　کئے ختم آخر سو صلوات سوں
پلنگ کے اوپر جاکے ہم بار ہو　　سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر　　کہ پیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
اوڑایا او سالو سو پیکر اوپر　　کہ سو نپیا او رحمان کوں خوب تر

الٰہی توں کر فاش دونوں کا راز　　قبول کر دعا شہ کی اے بے نیاز
الٰہی توں سلطان محمود پر　　کر کر فاش یو یار سائی ہنر
کہ پیکر چلیا دیک او شہہ نزول　　کہ اکثر یا چھپا مہ کا اس کے اول
سو نیاں ہور دیکھیا سو اونیہ لاز　　کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز
انیو تے خیانت نہ ہوسی مدام　　کہ مہ ہور پیکر سو ہے نیک نام
کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت　　ہنر ادار ان کوں سو شاہی و تخت
کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان　　کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

اینو کی برکت تے دنیاں قرار — رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار

چھپیا راز سلطان سب پائیا — اپن گھر طرف او سو وہیں دھائیا

اتھی جو تی رہ میں او بہت اتھانیر — کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو کھیر

لیور تے اتھانیرا او بھوت صاف — کہ موتی کی اپرال تھی اسکی ناف

چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در — آسودا ہو چا پلنگ کے اوپر

کیتے وقت پچھن کیا ذوالجلال — ہوا صبح صادق کا آکر اوجال

صبح کا تھنڈا باؤ بہنے لگیا — مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا

منگا آب شہ نے وضو کر اول — گزاریا و حق کا سو فرض و نفل

کیا ورد اوراد تسبیح یوں — گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں

بیٹھیا شہ عدالت کی آ تخت پر — بولا کتوال کوں کہیا بخت ور

کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک — کہ سنیٹریا ہے منجہ بات چوری سو ایک

پکڑ قید کر بند اس لیاتوں ہی — ــــــ رضا پاؤں میں؟

کیا منجہ دغا دیکہ توں جان ہار — کرو نہ کیوں سو اب میں تیرا اعتبار

کہیا تجکوں ضامن ملک زادہ دیکوں — رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں

لیکن چا ملک زادہ کوں دے ضمان — چھوٹک پایا شہ کی سو پاتوں امان

اُو چا ملک زادہ جو ضامن ہو کر — لیا بات میں صبح دیئوں کا ککر

کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ — ایسی غوغوے کا دھنڈورا بجاؤ

بدی کا دماں ما جہان پر بجا — بُرا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دوجا

کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں — سولی دے سو اس چور در حال کوں

گتے حکم ہور کئی چھپا کر رکھو — کہ ظاہر سولی دیکو باطن نکو

لے کر آ سولی توں اس ٹھار پر — کہ میرے حضور توں سولی کا ذکر

سولی دے اور سے آج دربار لگے — کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو منگے

تماشے کوں اس ٹھار جن آئے گا — جیکوئی آکر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کسں کوں کرے گا منا
کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا

دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ
ہو یلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ

کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار سوں
کہ بھیجا ہو یلسار اس کار کوں

کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے
کر سولی کا ٹھونیکا وضا تب دئیے

سولی کاڑی دربار کے جوں اٹھے
دماں ماں دماے بجانے لگے

رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار
نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار

پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام
کھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام

ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب
زمیں سات آسمان ہلے سارے تب

کہ بیکر کے دکھ تے دو عالم ہلیا
کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا

ادٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور
کہ عبد اللہ کا بیٹا ایسا ہے چور

بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام
سنے شہر غزنو کے سب خاص عام

سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور
ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور

نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن
کہ دکھ سات لیسرے سو سد اپنے تن

الہی توں بیکر تے عبرت تمام
دیا جن ملک انس سب خاص و عام

تماشے کے کارن خلق آملیا
بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلیا

لگے زاری کرنے سب اسپاس آ
کیتے سرا کوٹیں پچھاریاں جو کھا

کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ
کیتے مارے لونبٹریاں کیتے کپڑے پھاڑ

کیتے کھائے پچھاڑیاں سو بے قرار
کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار

کیتے بھائے ہاتی اپن تن اوپر
کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر

کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا
کہ جیبا دو دین کا ہے دنیا فنا

کیتے مارے پتھر سے سینا سر اوپر
کریں تن اپن چور سب سیج کر

کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب
کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب

کہ عبرت یو ہوئی سب کہاں کوں تمام
فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑ اس کے خیال ہوا ہور حرص کا یو ہے سب او بال

کتیاں نے سو پکڑلے جنگل جا مقام کتیاں کوں ہوا کھا ن پانی حرام

کتیے ہو سو بے سُدا پن سُد لبسر کتیے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر

کتیاں نے نین مکھ سو دھونے لگے کتیاں نے سو زار زار روتے لگے

کتیے کفنی گل بھا چھوڑے اپ وطن کتیے کیئے ایمان اپنا جتن

کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل

کتیے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے

کتیے در دلبسر سے سارا تمام کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام

کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے

کتیے چھوڑے دکھ دیک آواز سب کتیے کیتے غم سات فریاد سب

کتیے نے مُصلا سو زاہد ہوئے کتیے حق کی قدرت پہ شاہد ہوئے

کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا

کتیاں زہد (سو) اختیاری کئے کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے

کتیے سے چلے کھاندے پر مرگ پوت کتیاں نے پیو کارن لگے دوست دیت

کتیے جا بسائے سو کعبہ مقام کتیے جا مدینے میں رہی وان مدام

کتیے جا کے بیت المقدس رہے کتیے وان الٰہی الٰہی کہے

جتیے تھے اُو کافر سو سارے تمام کہ بیکر کے دکھ تے سٹے اپ مقام

کتیے لے سو جینے سیناسی ہوئے کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے

کتیے ہوئے جنگم کنٹھا بجا گلے کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے

کتیاں نے ہوئے جوگی گن بچار کر چلے چھوڑ اپنا حرص مار کر

کتیے ہو کے تپسی ترستے لگے کتے ہو کے مجذوب کتیے جیو کھتے

کتیے ہوئے راول جھٹا دار سب کتیاں ہو کہ باول کریں جو دتب

کتیے رہئے ترنکھار نردھار ہو کتیے ڈھنڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے جینے کریں جپ ہری
کتیاں کوں سو دُکھ سوں لگے تھرتھری

کتیاں نے او سد بُد تے ہوئے جدا
پلو کارن لگے گووندا گووندا

کتیاں نے سو بسری و جینے مدام
کتیاں نے سو بسری ہوئے سُک تمام

کتیاں نے سو کھو دیئے چار و شکل
کتیاں کو پڑا آ کہ مشکل کبل

کیے کفر اسلام یقیں یوں قرار
بغیر از محمد رسول نیں ادھار

کہ جن انس ساری سو سب خاص عام
مناجات حق کن منگے یوں تمام

عرش ہور کرسی و ساتو فلک
بہشت ہور رضوان و سارے ملک

مناجات کیتے سو حق کن تمام
کہ برکت تے تیری ہزار الحک نام

کہ عاشق او معشوق کوں نیک ٹھار
بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازهٔ سُلی ماه و منت و زاری نمودن پیش ایزد داور و لباس نمودن سیاه و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم زنّار کا
ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا

ہوا غلغلا شور جگ میں تمام
سو لی سار ہوتا دِسی نیک نام

دمامیاں دمامے بجاویں جو ساز
دریغا دریغا سو نکلیں آواز

پڑی جا پیو آواز مہ کان میں
رسر شُد لگی مہ اوسی دھیان میں

لگا کان ہور دھیان آواز کوں
لگی سننے محبوب کی راز کوں

پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر
لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر

کہ مارے اچھیں گے میرے یار کوں
کہ کسی کس عذاباں سوں دلدار کوں

کہ رو رو کہ خوار لار ہوری او دکھیا
اوسی فن میں سد تھیا را اس کا او ٹھیا

دوانے سو دیکھی او سے ایسا حال
شفقت مہر اس پہ کیتے کمال

کر دیکھ ماہ کوں یوں پکارن لگی
اپس میں ابیں یوں پکارن لگی

دل تے سو مہ پیکر مدہوش تھی
اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

دو لیار منج میں اچھی بات یو | کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آکر اب منجہ کھڑیا | کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
اُوبھی بول دوانی کہ سن نیک نام | خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مزار | نہیں کام ناریاں کا جانا بزار
نکو بھا توں دروازے تے بھار پا | کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام | پرایا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو بھا نظر تیری بیگانے پر | نکو اور کسی کی توں استانے پہ
نین کھول دیک یک توں شوہر اول | چھپا رک توں لے نار اپن مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جماں | نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اچھال
شرم کا سو پرتا نکو مکھ تے کاڑ | نکو توں حیا کی سو پرتے کوں پھاڑ
کہ اور لاج کی داوانی سرا اوپر | نیکی ہے او ناری سو اس کے بہتر
نکو کر بُرا توں سو اپنا خیال | کہ دور رکھ اپس دل تے ایسا او بال
نکو لیا بوری بات اپن دل اپر | حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نکل | مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اتیال | کہ ظاہر ہوئے گا سو تیرا اعمال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے | بھلا ہے نہ ریشا نیرا کس دیسے
مبادا پچھانیں گے تج کوں سو دیک | کہ بجھیں گے مہر کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر | نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیراں تمام | نکو دھر قدم توں سو بیکر کے کام
کہ دنیا دار سلطان کے توں نہ جا | نکو تو بیگانیاں کوں اپ مکھ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے | کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام | سزا اولا ناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایسال | بلا آئیگی سوچ پر سنیاں

عدالت میں ہو تند شہہ بیٹھیا ۔ تجے گا تیرا دل، کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے ۔ نکو جا بچاری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر ۔ نکو لے ہمن جیو ھی تا ہو ر
اوٹھی بول دادا کوں کہ سن بات توں ۔ نکو کر منجے جیو او پر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن ۔ لگی سیس دھرنے دادا کے چرن
کہ لیا وے توں کسوت سو میری اتیال ۔ کر ایکار ہوئے کا تیرا منج کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی ۔ اوسی وقت جیچ پچہ منگی تھی سو لیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری ۔ نماز کر سو سرا اپنا تیلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر ۔ الٰہی ہے منجہ سر پر اقرار کر
دوا اسپا دیئی سو لیبی نیک نام ۔ کری ساری کسوت میں سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار ۔ چلی وہیں چھجے پر سوں دروازے بھار
کہ چابک سو مار اسپ کوں گئی تا ۔ خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دریا رکن ۔ رکھی تھی اُنن ہات میں اپ جتن
اوسی مار کی میں سو گھوڑا چلا ۔ لیتی جا کے ہیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سولی کا ڑے ہیں استوار ۔ کہ نزدیک ہیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ ورخ جا دھری ۔ نظر پر نظر رکھ وہیں جا کھڑی
ایس میں اپی دونوں دیکھن لگے ۔ نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
پیرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر ۔ چھپا راز نیناں سوں اظہار کر
پڑی مہ رباعی سو نیہ ساز کی ۔ کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں ۔ تجہ کر رہی ہوں سو مدھوش میں
کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں ۔ او بلتی سو دیگ دان کی سر پوش ہوں
سو نیا مہ تے پیکر رباعی تمام ۔ پڑیا بیت اپنے راز کی نیک نام
اگر منجہ سولی دیتے محبوب در ۔ خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار
ترنگ پر اچھا سارا تقوی قرار

کھیا دل میں یو سار آیا ہے یاں
کہ وعدا کیا تھا سو پیکر سوں واں

عجب صدق و علا ہے اس نار کا
عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا

اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے
حسن میمندی کوں اشارات دیئے

سمجھتا سیہ پوش اس سار کوں
دلاور ہو آیا ہے اس ٹھار کوں

حسن میمندی کا سر نیچے دھریا
دھا شہ کوں کورنش سو بجد کریا

کھیا میں سو تیں جانتا یو جواں
نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں

گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل
اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل

اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا
کہ کتوال کے ہات پیکر دیا

لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار
نکو ہو تو بے فام اس تے ہوشیار

رین ساری خدمت میں ایوں بند کر
نکو توں سوں واں پیچ کس کوں دیگر

بچھانا کو جاگا کا سو سہرا بناں
او سے بھوت جیا واں سوں تلتل متاں

کہ سن بات شہہ تک تے سر مجبیں دھریا
ہزار ہوئی او کرنش سو شہہ کوں کریا

کہ شہہ کا امر سن کئے تئیں پیار سے
چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے

دیلا ای یاں شہہ نے سو سب خاص عام
کہ ملے یاں کرنش کئے سب سلام

دیلا ای یاں شہہ نے سو سب خاص عام
کہ لے یاں کرنش کئے سب سلام

کر سلطان اٹ کر محل میں چلے
کر اس پاس تھے سو سارے ملے

گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں
ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں

چھپیا سور مغرب طرف جا تمام
کہ تو لسی جرں ماہی میں کیتا مقام

خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا
دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا

دو عالم کی دکھ پانک سن کر چندر
کہ دیکھن کوں نکھا سو آ در بدر

ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار
تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بُردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را عم کردن او

الٰہی دیکھا صبح رحمت ایتال / ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال

حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا / کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا

چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات / کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات

بندی خانہ نزدیک تھا یک گھر / سنوارے اسے خوب اُپر پر تر

کہ پلنگاں جواہر جڑت کے تمام / لے کر آر کھے تھے سو پیکر کے کام

تیو اسیاں وجم خلنے کئی دھات سوں / بچھانا بچھائی سو اس رات کوں

شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار / رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار

کیتی ساریاں ارش سو تاریاں مثال / ہوا گھر میں چو پھر سو سارا اوجال

لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں / کیا بھوت دلاسا و خاطر نشان

کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام / کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام

کہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا / پلنگ ہور مسند سوں نہ کچھ کام تھا

کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال / کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال

کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا / کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا

کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام / نہ ہے گھر او جنگل ہے دائم مدام

کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا / نہ ہے گھر او جاگا ہے کفّار کا

محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر / نہ انسان حیوان تے بد بتر

نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن رووں کار / نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار

لگی تھی برہ آکہ تن میں تمام / ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام

بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا / خیال قد و قامت کا دلدار تھا

نہ تھا اس کوں مونس سو اس ٹھار یو / اتھا ہم نیہ درد کوں کار گر

بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا / کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس تاروں کی نِت مدام   زباں کوں سو بِن مہ نہ تھا کچھ او کام

کہ شب روز مہ بن نہ اس کچھ دِسے   بغیر مہ نہ اس دل میں دو جا بسے

محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب   پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب

نین ہو کہ تیسی ترسنے لگے   کہ جیوں ابر نیساں برسنے لگے

بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا   بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا

پکارن لگیا ماہِ انور تہاں   بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں

میرا جیو واروں گا تجہ نام پر   بلیاری کروں گا تیرے ٹھانوں پر

کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز   نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز

نہ منجکوں جھوٹک ہے سو اس ٹھار تے   نہ سکتا ہے ہو دور نیہ کار تے

نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ   کہ سکتا ہوں نیہ ڈور ہی منجہ پات توڑ

کہ مہ کا فراق آکھڑیا منجہ کو بل   کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ پات ہل

گرد گرد گہ چو پھیر سو پیاری تمام   کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام

کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا   نکلتا ہے سب رین میرا جیا

نہ دلیس ادو دیکھن کوں تجہ مکھ چندر   کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر

الٰہی کی درگاہ میں ادھار زار   بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر

الٰہی رکھیا نئیں کس یک حال جم   کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم

چلی مہ سو پیکر سوں وعدا انچھا   نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا

کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی   اپن گھر طرف راست مارگ سو لی

کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر   پچھاڑی گھرڑی کھائی بھوئیں کے اوپر

لگی رونے ہور بولنے دکھ تمام   عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام

جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا   تدھاں نے برہ منجہ اوپر دھائیا

کہ گئی ساری راحت سودا میں بسر *   جفا ہور غم یاد ہے سربسر

نہ ہے مجکوں یک سات آرام جاں — کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں

نہ جاتا ہے منج جیو سو تن چھوڑ کر — نہ رہتا ہے نیر تے سو مک موڑ کر

عجب سخت تر ہے سو میرا جیا — جفا ہور غم سوں بینے سر دیا

ملیاں آ سہیلیاں سو جیدھر سوں دھا — کہ دیکھیاں پڑی مہ چھپا ڑی چوکھا

کنول مک سو کملا برہ جھال سوں — پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں

بلکتے لگیاں ہائے کیا وقت ہے — کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے

نہ دیستا سو مک پھول یک دن کھلا — کہ غنچہ کی مانند سدا ہے مھیلا

نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات — نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات

جتیاں ناریاں سب مل او چا ماہ کوں — لگیاں جاؤ کرنے سو دل جاہ سوں

سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار — کیاں مہ کوں ناریاں سو نیکی سنوار

گیاں باہ تن تے سیاہ ساز کار — چھپا راز تیرا ہوا آشکار

ہناناں بھیاں ناریاں سو مہ کوں تمام — ولے او نہ ہنسنی مہی نیک تام

ہر یک سات پیکر سو یا داؤ تا — نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاوتا

نین سو نچہ صورت رکھی تھی چھپائی — کہ کھولنے تے پلکھاں مگر بھاس جائے

نہ ناریاں کوں دیکتی اپس نین کھول — نہ اٹھتی تھی او ملارا اپن مک تے بول

الیس من متے او روکھیا دن گنوا — رین کا ہوا دکھ سو سر تے لٹوا

جیتا ر دیک رونے لگی او کنول — کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل

کری یاد پیکر کے مک کا سو نور — دکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور

منیر یار کا مک سو آفتاب ہے — چندر کوں ہوا اس مک تے حجاب ہے

عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی — کہ پیکر کے نور تے ہو پیدا ہوئی

کہ آفتاب ہور ماہ سات و فلک — کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک

جتے نور اس نور سوں ہے وصل — کہ پرتو ہے سارے سوا وہے اصل

کہ کرتی تھی زاری سو او شہہ پری — یکایک دو اسا منے آ کھڑی

دوا دیک اریڑا اوٹھی ہانک مار ۔ کہ غم ہور زاری کیتے آشکار

دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما ۔ موا ہے یا جیتا ہے یا در اماں

دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند ۔ دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سو زند

دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر ۔ کہ پایا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر

دوا راس کہہ تو بند پایا ہے الات ۔ کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات

دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات ۔ نہ کہہ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات

اوٹھی بول دوا نے کہ سن او حیالی ۔ رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال

کہ بھائے ہیں بندی خانا میں تجکوں ۔ کری ہیں او قاعدہ سو کئی دھات سوں

کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار ۔ لگی رونے زار زار مہ بے شمار

ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آتی مکھ پر تمام ۔ جوں شبنم آ پھولاں پہ لیتا مقام

آیا تور پر تور برسات سات ۔ پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات

نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا ۔ سیہ ہو کر دستا تھا سارا گیا

کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال ۔ کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال

دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا ۔ کہ سمجھی یو نیہہ درد نیں اس دوا

برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر ۔ بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر

اندیش کر لگی او دلاسا کرن ۔ گر پڑنے لگی او سو مہ کے چرن

سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی ۔ کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی

کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ ۔ کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر

نکو رو ملاوں گی تجھے ہور او سے ۔ کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دلیسے

کہ جب یو ندا مہ کے کن آئیا ۔ گیا روح تن تے سو پھر دھائیا

کہ پی مہ امید کا سو آب حیات ۔ بسر شد پکڑ رہی سو ملنے کی بات

دوا اٹھے منجے چل سو پیکر کنے ۔ دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے

دوا جا کہ دکھیں لانچہ کتوال کوں ۔ بھولے لگا سو کتوال دیکھ ماں کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال
دیکھا دے گا ہن کوں او نوری نہال

کہ دیدار کا منج کوں امرت پلا
کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا

کر آوں گی تج سات چھائیں مثال
نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا ونبال

دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں
کہ دیک آویں دور تے سو دلدار کوں

کہ یا ہے او راحت سوں یا در عذاب
کہ یا ہے او ہشیار یا درا و خواب

دوانے او بھی بول اٹھے نیک نار
صبوری پکڑ لے توں نہ ہوئے قرار

صبوری ہے کیلی گرہ کار پر
کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر

نہ جس میں صبوری نہیں او بشر
صبوری ہے ہر کار کوں خوب تر

کہ دارو طلخ ہوئے آخر شفا
کہ اول مشقت او آخر نفا

دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر
کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر

رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاؤں گی
کہ پیکر کوں جا دیک کر آوں گی

کہ احوال اُسکا کہوں گی توجے
کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے

رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں
کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں

ہزاراں مکر ہور نیرنگ سنگات
رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات

کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال
ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال

برہ آکہ بھیدیا سو اس مہ کے تن
کہ شد بد دکھاتی سو سٹ اپ وطن

کہ جالی آگن آ برہ کی تمام
ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام

برہ دُک آ بھیدیا سو سر تا قدم
بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم

کہ دھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار
سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار

براہ آہ کی بجلی کڑک کر اُوٹھی
کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی

نکل دود سینے تے چو پھیر لیسر
فلک سات سوندی یکس یک اوپر

او ساساں ہوایاں سو چھپ چھپٹ تمام
ستارے ہو دستے گگن ہر مدام

آگ سنچر یا جو سینے میں داٹے
تدھاں تے نیکل ٹھنڈگی واں تے ٹھاٹے

اگن ہور تھنڈ گی ہوا چاند سور   کہ دین ہور رین کوں سو ہے اس تے نور
یکا یک جھجا باد آیا او سے   تجھے پر تے پیکر میرا منجہ درسے
تجھا چرکر دیکھن لگی یار کوں   پکارن لگی یار کس ٹھار توں
سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار   کہ یا ہے و راحت سوں یا خوار زار
کہ یا اسن رکھے ہیں گلے طوق بھا   بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا
نہ جانو کہ کس کس عذاباں سنگات   گذرتی ہے اس پر کٹھن آج رات
نہ جانو اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا   مجھ دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا
کہ یا ہے غریباں نمن سے آدھار   کہ یا ہے ڈاڈوں ڈدل یا ہے قرار
کہ یا ہور رہیا ہے سو شہری غریب   کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب
کہ یا ہے جو عاجز یتیماں مثال   کہ یا ہے سو اس کا بیسراں کا حال
اسی حال سوں مہ سو زاری کری   کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد ہری
کدھیں ہوئی ثابت کہ گا ہے اوداس   کدھیں بکڑی امید گا ہے نیراس
کہ گا ہے جھجا چڑ کریں جان فدا   کہ گا ہے تلیں آنجو کاریں دوا
ولی مہ رکھی تھی نین باٹ پر   بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر
الہی بنایا زناں پر بہنر   کتیاں پارسا ہور کتیاں پر مکر
الہی توں ستار ہوا توں غفور   نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور
دواجب رضا لیکہ مہ تے چلی   ولی او فکر میں سو ساری گلی
کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں   نکلنا وطن سٹ سو کس دھات سوں
فکر آکہ مشکل یو کاری کھڑی   میرے سر اوپر بازی بھاری پڑی
مگر کوئی پوچھیں سکے تو نار سہے   کہ جاتی ہے کس کام کیا کار سہے
کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا پھرا   کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا
بتی فکر بہوت دھات اس بھانت سوں   کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں
زنانی سو کسوت سٹی کاڑ کر   شرم پیرہن کی سٹی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال ستی سب زناں کا جتا قیل و قال
منڈاسا سندی خوب آپ سیس پر کہ بینی جھکا ہور قبا جفت کر
کہ شلوار موزے سو پینے او زر کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار
کمر بند بندی ہور اوپر بر ولا بندی بند شمشیر اس سوں ملا
کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار ہمت ہور تقوا سوں کیتی قرار
کری ساری کسوت سو سب زرزری کہ مانند تحقیق جوں لشکری
نکل آئی دروازے سے کے بھار او رکھی تھی اپنے من کوں یک تھار او
چلی بینت پکڑ کر سو بیکر کی کار کہ اپنیڑی کیتیک سات بیکر کی ٹھار
نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب سلام علیکم او تھی بول تب
کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون تر کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر
دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات کہ ہے شہہ کی منجہ کن سو ناورک بات
کہ میں سر خواص ہوں سو شاہی جہاں سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں
کہ خطاب میرا سو صلدار خاں کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے واں
کہ بھیجا ہے سلطان منجکوں ایتاں کہ جا دیک بیکر کا کیا ہے حوال
رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار کہ پایا ہے اوراحت سوا یا پے دھار
کہ کتوال سن یوں گیا ہڑ بڑ صدر چھوڑ ہٹ جوڑ آ لنگے آ کھڑا
ہیچ امر سلطان کا سر بسر بجا لیا ئیا ہوں سو میں خوب تر
لے کر جا کہ اسکوں سو بیکر مقام دیکھا یا سوا احوال اٹھ کر تمام
رکھیا ہوں سو بیکر کوں حرمت سنگات حکم جوں کہ شہہ کا انتیا اس ادھات
سپارش کرو میری شہہ کے حضور بعد تم لوں دائم اچھے گا غفور
چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں کہ جس حال آئی اوسی حال سوں
گئی جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھا ٹھار

اول کی روشن جوں کی اپنی اچھی
کہ جاد یک مہ ہے اوسی حال میں
کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
سینا کوٹ لیتی تھی سٹی تھی خاک
کری پیرہن خاک سب تن اوپر
کتی تھی دوا کاں ہے پیکر کہاں
کہاں دھونڈوں کس دیس جاؤں نکل
کہاں ہے گلے کا میرا لال او
نہ جانو سو رجن ورجن کے بات
نہیں او بندی خانہ باغی جناں
کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال
منور اچھے گا سو گھر ہور انگن
بندی خانے کے لوگ سارے تمام
کہ پیکر کوں دیک کر سوراحت پکڑا
اچھے کا او نو کوں سو آرام جیاں
کہ تمگ دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی
یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
کدھیں کھا پچھاڑی سو ہوے ترار
دو لنے جو دیکھی سو مہ کا حال
کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
کہ سن ناوں پیکر سو ارڑا پکار
دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے

پھر اچھیس ہوئی تار جوں مہ پتی
کہ پیکر کے زاری کے افعال میں
نہ پڑتی پرہ سرک میرا گلا
او ڑاتی تھی تن پر سو چو پھرتے راک
ہو انکڑے ٹکڑے نین نیر جھر
بغیر ونو منگوں سیہ دو جہاں

کہاں پاؤں پیکر کی صورت پچھل
کہ ہے میرے جیو کا سو کنٹ مال او
سنپڑ کر سو بند میں او ہے کس دھات
کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا بناں
نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے
کہ شب روز دائم ہے نت واں اجال
اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن
مشاقت اور محنت سو سبرے مدام
کہ عاشق اچھیں کے اپن سد سبر
اپیں کرتی ہوں سب زیں خوں فشاں
پڑی ہیں منجہ اوپر سو دکھ کی ننڈی
بغیر رونا تپینا نہ تھا اس ادھار
کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار
نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال
ہشیار ہو پیارا توں رک من میں خام
لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار
ہوا ہے کہ جیتا با خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات — نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں تو دیکھی ہوں نینا سو پیکر کوں جا — نکھوں گی تیرے کن نہ رکھ سوں چھپا
کو جیتا ہے پیکر سو اس وقت پر — او سے منجہ مشاقت نہ ہے سخت تر
کہ دیکھے ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر — بچھانا سو ستر اتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں ہات جوڑ تمام — کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات — کہ دیتے ہیں حرمت اُنسے عزت دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر — نکو کر دداتوں سو منج سوں بجھتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات — کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب — تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا — نہ ہو سوں پیرہ تے میں یک تل جدا
نکو دے تعریب توں منجہ اس بات تے — کہ دیئوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا پیکر تے منجہ جیو اوپر — کہ پیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
منجے کون پیکر تے پیارا ہے آج — منجے کر سکا ہے سو پیکر کے باج
پیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں — نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا — نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سوں حیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی — نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابابکر ہور منجہ عمر — کہی بات منجہ راس نئیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا — کہ اس جا پیاراں پہ منجہ جان فدا
کہ پیکر ہے راحت سوں ہو لے آرام — امید ہے منجہ کو تی ہوتے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ہیں آگیا — خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر — کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم — رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دوا تے شکر حق کری — توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

الٰہی میں سو پن ہوں تجہ کوں ادل — نہ کرسس امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر — خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں میلا — میرا جیو سو بیکر ہے منجہ پھیر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار — بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن

۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء

از

ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو مس گل کا
محبت سوں منگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم
کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم

نکل کر مہر ماہی کے شکم تے
ہوا یونس نمن مفروق غم تے

دیا سو فیض پھر جگ کوں دو جیولاں
ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں

جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے
ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار
کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر یک ٹھار

کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں
دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات
کہ جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

دسے یاون کلی کا ہو کو لالا
دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے
بھرا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے

پڑے دیکھ بلبلاں آنے لگے ہولاں
ہندے شبنم کے موتی گل کے چولاں

کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی
لگیاں سب کویلاں گانے کر بجی

چمن کی دیکھ ہزاروں خوش تماشی
لگے کرنے نوی مضموں تراشی

بدل کے نیر سوں گل تر کیتے لب
پنچھل پانی سوں سبزے دھلوئے مکھ سب

وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا
ارم کا زیب مجلس کوں دیا تھا

دسیا اس ٹھار پریوں وو جہانبان
کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان

یکایک باغباں یک پھول لایا
ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا

تھیا وو بوئی میں سب مشک کے سار
تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار

نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول
جو تس کی باس پر مجلس رہی پھول

دو وہ پھول شہ کے ہات میں جوں
شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نشہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں
ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں

گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں ڈھیر
کرانے بن کوں دیون ہارے سدا نیر

دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں
دیسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا
تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا

تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر
دہن تیرا کلی کے ناد پُر زر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی
وہ جھاڑاں کے پلالاں کا پلالی

سینا یو بات سو رکھ بھیں اُپر سیر
چلیا پانی سخن ناد یک کر پھر

جو مالی پھول کوں ڈھونڈنا چلیا سو
ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو

کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا
لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا

وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے
نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار
دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

گیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر
رہے کی - پھول کا یوں رنگ تغئیر

ہوا ہے کیا [illegible] پھول سو بول
رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس [illegible] دیا شہ کوں مالی
"اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا
سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا

کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے
کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے
کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھونڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل
کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دسے ژولیدہ ہے پھول
اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماند
منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو حلقیاں کوں پھاندے کے نیتے تنگ
جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

بنا پچ سست کر سا ہو وہاں دام
جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے
تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے
تو پنکھی کے نمن واں آ دغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری
ھنڈیا اس چھاڑ نمن جا کر وو کاری
دنا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے
کنک جیلے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کئے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے
کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا
کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی
سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اُٹ کر سورج کے تیں جلاوے
ہنم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں
بدل کوں امن دینا نیں گھڑی کیں
ثریا ہور جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے
بنات النعش کراں کو بکھیرے
رہے ہے یار دو جن ٹیک تن ہو
سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کر دو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یک پیارے
ہو کر عقرب انوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے
پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دئے ہیں آج یاری
کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے
ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب
فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب دل کو یک ٹھار
ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا
کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو چارے میں دنوی
گلا کریس گے بیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لاکر
رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر

خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل

گیا کھانے کو جوں وو بیگ یک ک
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکا یک

بچارا وہ گیا چارے کوں کھانے
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑپھڑانے

طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں!
نہیں کچھ خوب، اے صاحب تمیزاں!

طمع داری سوں کھانے جا کو چارا
پڑیا وو بند میں آخر بچارا

طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری میں نیں ہے رستگاری

طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں

گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب

کہ، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی

ترے رُخ سوں مجھے روشن نین میرے
ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے

اتھا تج دھرتے تازہ برگ میرا
جدائی میں تری ہے مرگ میرا

پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
رہوں تج باج کیوں کر یار میرے

رھیا تھا آج تک نا بھاگ کر میں
پڑیا تھا چھانوں ہو تجھ پانوں تل میں

جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار
تجھا تھا پلک کوں، نا پلک [illegible]

جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں

بہوت دیساں تھے تجہ سوں مچلک تھا
ترے سایہ منے میں آج لگ تھا

میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کوئی ہور
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور

پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل

سنبڑ کو دام میں کرنے کوں زاری
دیکھت وو دوڑ تے پاپی شکاری

پکڑ غصے ستی دانتاں منے لب
غضب سوں آپنا گرداں کر ڈب

دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
ستم کی آستنیاں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات
اسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیرا اٹھار
سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار

بخیلاں کی اتھا وو گورتے تنگ
کہ تھا وہ بلکہ چشم مورتے تنگ

شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا
وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوال او و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کئے جو کچہ کہتا ہے
ہوا ہے کس بدل تعریف اس نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہئے
نپٹ درس کے دروازے بندے گئے

منڈ پنکھاں میں اپنے گھال لے کر
لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر

تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے
لگیا رونے بلکنے ہور تپنے

کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات
گذرتے سو مجھے حیفی میں دن رات

کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال
ہوا سو حال میرا غم سوں پامال

بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا
کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹا ہے سینا

دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج
دسے دن رات ہوا اس سور کے باج

پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں
ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پو روں روں

یوں بن نیں ہے میرا کوئی محرم
جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم

یوں کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے
مرا دکھ پھول سوں ٹک بول پالے

اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن
میں اڑکر بلاں تے جاتا کہ ہر یک فن

کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں
وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

صبا اٹھ یوں لگیا کرنے کوں زاری
دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری

لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات
لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشاں ؟ پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بار ے کی عادت توں کی، پکڑا ہے بار ے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش بادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کوئی نا سنے تو اگن کے پھول میرے نا چنے تو
کسے کوں درد یو دل میں جو ہے پور زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے جو کئی پر ہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کیئے جاتا نہ آتا ہے کہنے میں نہ کئے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا پیرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کو نم آیس کے دو کنول تے کاڑ شبنم
کیا اپے غم کے بن کے درد کے جھاڑ درنگ پو کام اپنا توں تکو پا اڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا متھا کام نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طراقی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا زباں مطلب کے باتاں سوں اچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں　　برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا　　نہ تھا پروا اُسے کچھ مال و دھن کا

بڑا تھا بہوت سب سوداگراں میں　　اتھا مشہور سالم بندراں میں

مناں سوں تھا روپا کھنڈیاں سوں سنّا　　تھیلا کھاں اشرفیاں کڑاں سوں ہتا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے　　رہے تھے لے دکاناں پر دور ستے

ہریک کا لگ کے ہریک کے اوپر مول　　رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول

حریر و بافتہ سالو سری صاف　　شجر، تاختہ، دارائے زرباف

سمور و سندس و سرمک خطائی　　سلیلی، صاحبی ہور کربلائی

خز و اکسون و اطلس دق و دیبا　　ختنک ہور طاش، خطنی سوف زیبا

مطبق، نیک و سقلات و مخمل　　قلم کاریاں و چھینٹا ہور ململ

پتیمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں　　تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں

بہوت نازوک ہندی پنچقولے　　بہوت باریک تاواں ہور پتولے

یوناہو کر بی سودے تھے دریائی　　ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی

بیتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے　　دریا گرجی سوں سک کے گدگڑے تھے

پیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں　　نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں

ستم دو دن جو کاڑیا تھا گڑاوا　　پڑے تھے بندراں سالم پڑاوا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا　　کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام　　کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام

کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن　　کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین

کدھیں تبریز تے شروان جاوے　　کدھیں ہمداں سوں کاشان جاوے

کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس　　کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس

کدھیں اچھا مقام اس کا سراندیل　　کدھیں شیرازا چھتا ہور اردبیل

وطن گر چند ہورتا اچھا ختن میں / کدھیں دکان کھولے جائیں میں
کدھیں شیراز سوں جاتا دماوند / کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا / کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا
تجارت کے بہت سودات سوں وو / گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو
اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات / گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
مری اس وقت تھی اوّل جوانی / نوی انپڑی تھی مجھ کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے / بندھے ہیں حد بڑے تائیس لگ ہے
کہے ہیں باضرورت تا چہل سال / بڑیاں کوں ہے سمج پیلاڑ کا حال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی / بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی / نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سرکاں / سرگ میں دل کشائی کے اتر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر / وو کاں ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں گر ہیں پشانی / چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں / ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز / چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز
نین نرگس کہتے کا سو ہے ڈوری / کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
کلی چنبیلے کی کرنا سک کوں لولیا / دسے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا / ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں / وو نرمی ناز کی کس لال میں ہیں
دسن کوں کیوں کہوں انار دانے / اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
ٹھڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے / یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں قبۂ نور / ہے قبے نور کے، اس پر بلا دور
کتے پھل گیند مج آتا ہے نمسان / کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
شٹوں میں کروراں کوں اس پہ تے وار

کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہو زا

سر ونہا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں
انیہڑتے کاں سکت اس قد کی حد کوں

میں سر تے پاؤں لگ اس موہنی کا
کر تھا تیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا

جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
ہنسو گر نتیں پہ ہنس ہنس گر گیا ہے

ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
تماشے کوں مرا دل سر اُچا یا

جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج

پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو

اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور
پرت کی چٹ پٹی مج کوں لگی زور

لگے چشمے ہو کر نین ان ابلنے
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے

لگیا سو پھار دل کوں پاٹ کر یک
اسی پاتاں سوں بھیا دل میں تڑگ

کلی نمنے ہوا دل تنگ ناشاد
ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد

دھوئیں آہاں کے ہو سر پہ بدل چھائے
گرم پھایاں سوں ہوٹاں پہ چھلے آئے

ہوا ویو تار پد من ذات بدلی
طبیعت کی مری سب دھات بدلی

ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں

سمج کر رہے جو کوئی تھے ہم تر بیاں
لگے دینے گواہی آستیناں

لگے کہنے ہر یک کئی پا کو پچھانا
وو ہے جا تا فلانے کا فلانا

جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
جو آیا دل منے میرے ابل شوق

ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
ملو چھپ کر دیکھوں اس اچپلی کوں

سینے میں دم کوں اپنے ساندلے کر
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر

نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
چلوں اس کاند تھے اس کاند کوں لگ

نمرنگ پر شوق کے ہو سارے ہر نس
پیادہ جاؤں گھر لک دیکھنے رس

نکیلا اوس گلی میں کئی نہ دوجا
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کھاویں چندر بدن کے گھر طرف موں   ہر یک بِنس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں   دھوییں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی   اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سُور   مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار   مرے طالع کر آیا، سورک، بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار   مرے ہورا اس کے دو دیدے ہوئے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک   ہوا میں حسن کی اس کے رہا تھک
گیا سو دیدِ شِت کا آہو نکل کر   پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل   ہمن دونوں کے دل رہے یک ہو مل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد   کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ   کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پہ پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن   کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انیٹراوں میں اس گھر لیجا کر   کدھیں انیٹراوے وو بھی منجہ گھر آ کر
کدھیں اس دھات سوں نِس سب گذرتے   کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کنی کئی نا سنے تیوں بات کرتے   ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ سکتیاں میں دونو آتے   یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار   پیا رہ انکھیاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو   محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انیٹر اٹے   یوں اس کے دھیر چاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چالا   ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں   نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
نہیں چاڑی علی کس تے قبولے   بزرگاں کوئی نیں چاڑی پوچھے
لگیا زاہد خبر سن تلملانے   آپس میں اپ بچھاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سر پوشش — ہوے اس ہوش کے طیقان فراموش

لکھیا ہے سوا نٹپرتا ہے و لیکن — رہتیا نین جیو روئے ہور تپے بن

ٹرپیا سو شرم کا گوھر نکل کر — دریا غیرت کرا آیا اُبل کر

لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں — اجا لے آبرو کی آگ جیباں

کہے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم — خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم

ہو کر سب خلق کی کثرت سوں پنہا — دو جا حجرے نین خلوت سوں تنہا

کھڑیا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات — پسار اپنے دو ہت جیوں ڈاک کے پات

منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل — منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل

تھے رحمت کے کھلے اس دن کواڑاں — کھلے تھے فیض کے اس چمن کواڑاں

دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی — سپہر میں ساتوں انبر کے گذر گئی

اجابت کے نشانے پر لگی سو — قبولیت کے شانے پر لگی سو

ہوا میں ماتمی کسوت سوں بلبل — ہوئی زاہد کی بیسٹی صورت گل

رہیا ہے توتے منج میں درد نا کی — گئی نین توتے اس کی سینہ چاکی

ہے منج میں توتے سنبل کے نمن تاب — وو نرگس کے نمن ہے توتے بے خواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر — کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب
مرے سوں بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہزاد میں اپنے
پھیر ایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر — خزینے دار کوں اپنے بلا کر

کیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ پر اس کوں پھرا دیں — تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں

دو شہ فرمایا تیوں جا ہیک خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر — دہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر

گل و بلبل کوں شہ آنگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونوں کا نجھا موں — کہ لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہو بہوت دل شاد — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد

تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دوبار سجدا

اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتار ہے دوجا سو خاتم

دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ — کیا چاواں سوں دونوں کو ملا بھاؤ

مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ — حضوریاں میں اسے جاگا دیا شاہ

ضبا اُٹھ شہ کی وو خدمت منے آئے — قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان بادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے پچھیں یک خوب کچھ تے

کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست — کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج — توقصہ بول کچھ مجھ سامنے آج

جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام — کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام

پیرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو من — کہ یو دو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو — حکایت سوز کا یک یوں کہا وو
سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل — ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل
سرب دل کا بل اس پر تھا مسلّم — بوندان مینہ کی دسیں تس دل انگے کم
بزرگی میں سورج تے محتشم تھا — اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا
وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر — جو بیٹھا تخت کے اپرال آ کر
خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں — کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش — بچھپر نقش لکھ لایا ہے نقاش
سنیا جوں شہ یکایک چین کا ناؤں — پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں
وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں — گیا تھا ملک لینے چین کا چھپیں
خبر جیس آئی تھی کئی دن تے واں کی — سنی نیں گئی تھی بات اس کی زباں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا — کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا
سپہ سالار اوپر بدگماں ہو — اندیشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں — کہ جاتا ہے ہوا جیوں میاں میں ہیں
جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایماں — تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کئی ایکار کیس کا نا کرے یاد — فلک چھیلو اسے جیوں زنگ کے تار
اندیشا خوب نیں کر دل میں آ کر — ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
حکایت بول کر یک، دفع کر غم — توں دل سوں ہر سنہریو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا
اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم ملے وو خاک کے جتو گیاں سوں دایم
تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری
سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا سو یک دن ایک جوگی کیں تے آیا
لگا کاناں کوں مدرے ہور چکری سنکی یک ہت میں یک ہت میں کھپری
ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا گھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سنکی قوس و قزح کے سار رنگ دار کھپر تھا اس کنے خوش دلو کے سار
لگا کر ایرا یسا تن اوپر خاک دسیاں یوں جھیں اپجیوں تریا ہے افلاک
اپے جا کر کوں لیا یا شہ بلا اس لگیا احوال پوچھن بیسلا اس
کہ کاں اچھتے تمیں کر ٹھار تے آئے کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے
کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے
جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور ہے بات اس کے ہماری نات کی دور
بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب کیا کھی دود اس کوں روز راتب
دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار کیا میں بی کروں یک اس پر اپکار
منتر سکھلا تیا یک کاڑ کر بید اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید
منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا منگے تو پھیر کر اپنے تن میں آنا
وزیر اس شاہ کن تھا ایک کامل ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل
قضارا اس دیاں میں یک کھیل کام کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام
کیا شہ اس یہ ہو کر بھوت خوشحال جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال
وہ پھر یوں شہ سوں بولیا یس جھکیں دھر تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر
کرم بخششی تو اتنی نی کریا ہے منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے
ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے جو نقل روح ازمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم — نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان — نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر کر مجہ کمینے کے اپر شاہ — عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ
سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات — لگیا اندیشنے لاگال کوں بات
کیا میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں — دئے تیوں ہے موں میں جانسا نپکپاؤں
یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر — کہے تیوں ہے سپھتر آیا توں پر پڑ
بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا — ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلانا
ولے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر — ہری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دروغی — دروغی میں ہے حاصل بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا نکے — جگت میں کون شاعروں کوں تپیا گے

یو باتاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شیشیا پر چھیاں میں جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہوسناک اس بچن کا اٹھیوں دھر — لگایا بات کے پنکھی کوں یوں پر
گوئی تے شرق کی جیوں سورکا آگ — جو نکلیا موں سوں اپنے کا اڑتا آگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس رم — جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم
نکل کر باز آیا صبح کا جب — ستاریاں کے اڑے مرغابیاں سب
کیا شہ صید کا اس دیس آہنگ — چرندے ہور پرندیاں کا دیکھ رنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر — خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات | اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات
بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل | اتھے باراں دناں میں پھول ہور پھل
نپٹ او وداٹ تھا جنگل جو کھول آنک | نہ تھا قدرت سُورج کو دیکھنے جھانک
دسے وو اس روش چو پھیر چھا کر | کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آ کر
اگر بارا گدھین واں پیس کر جائے | تو آوے سیس کوں واں بیس کر جائے
کہ چھایا تھا سو بن چار و گدھیں وو | سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو
دسے یوں ہو کہ پھولاں اس تھار سالے | گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل | چلے جیوں تول سوں بارے کے بادل
زمیں پر واں کی بستے تھے چرندے | گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے
لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا | ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا
ہوس کا درس ازبر کرن بارے | سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اُتارے
ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کوں کاڑے | چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے
سیہ گوشاں کے تختیاں بی اُتارے | چرندیاں میں اُجانے کو دھولارے
ہر چتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ | لگادے تھونک پٹیاں وین ہوتی دوڑ
چیتے دکھلا کے اپس کر غلولے | پڑے ہرناں پہ ہوکر توپاں کے گولے
سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش | ہوے بے ہوش کر ہوشاں فراموش
کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں | اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں
سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں | کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں
چیتے سب تن کے ٹپکیاں سات کالے | یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے
یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے | بلوں نزدیک چھپتے دشت جیوں رے
کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں | چرندیاں کے تھے جنگل کی درنتیاں
ہر یک اونچی نوانیاں میں ہر یک تھار | جنگل کے وحشیاں کوں یوں شکار
لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب | زمیں لہو سوں چکر ہوی جاں تہاں سب

بڑے دیگ جانور جتیں کے ابر ڈاٹ محل تھا ٹیا بکرڑا سمان کی بات
بچانے کر ایس کوں اس خطر تے چھپی پاتال میں جا گاتے ڈرتے
ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں جکاتے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں
ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز کتے جھکار کر بازاں کو پرواز
کلہ انکھیاں یوتے بہریاں کی کاڑے کنک ہوسیاں جو تھی اس حق میں گاڑے
لیونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے
ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ
ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں
دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال دعا جیوں کاملاں کی جاوے آیرال
زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وو مل قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل
سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھاب لگے سٹنے گلے چنگل ستی جانب
پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیا کے ٹھوسوں دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں
ہوا دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈھوں
دیکھت مرغاں کوں سارے کئے سو ہانے چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے
ہوا داں کا پرندیاں سات کر صاف زمیں واں کی جرندیاں سات کر صاف
ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب پھرایا واں نے لے شاہی کے مراتب
کریا سو آخر اپنا کام تقدیر ٹڑیا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر
ٹڑیا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر قضا کیس گھڑی دیکھو شب اس سیر
وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی
یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو پڑیا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو
رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی نہ تھی کچ تن منے دم کی اکیالی
ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا پیتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا
کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں ہنر کیا ہے سو یوں دسے تج اڑماؤں

جنگلی بکرلاوں ٹک ہرناں کوں بارے / پھروں لے پنت سوں ہرنیاں کو سارے

ہر یک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاوں / غزالاں کوں ایس کا زور دکھلاؤں

ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا / ایس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا

ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ / چلیا پھیرنے کوں جوں اسمان دو ماہ

وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں / سو لکھن جیو کے اس پیرہن کوں

مکس اس سلطنت کا دل میں آیا / حکومت کا ہوس اس دل میں آیا

دلی نعمت یو اپنے ہو بداندیش / بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش

نہ باقی رکھ کے ذرہ کچ جسد میں / سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں

مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا / سنے کے جام میں جیوں زہر پایا

جسد اپنا کھڑگ سوں توڑ کر سٹ / ہرن کر شاہ کوں، تماہی کیا چٹ

جو سوات آکے اس کے دل میں داٹی / مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ / نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ

وفاداری کی سٹ دل تے صفائی / کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی

چرلیا سو بات شہ کا پاک تن وو / سیلیاں ہو چلا ویں اہرمن، وو

وو مکار اس سند سوں سلطنت لے / ہلوں ویں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بد گہرواں تے محل میں شہ کی رانی کن
سمج اس کی خصالت کوں رکھی تھی ایس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں / خبردار سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں

تہیں بکیڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ / نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ

کدھیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے / دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے

کدھیں ہوئے کنگوی جو کھولنے بال / نمونا ہے پنچے کا کر دیوے ڈال

کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل / ایس کے کھنچتی تھی مکھ یو آنچل

سدا شاکر تھے اس کی گت بوبیاں / سنواں کھاتے تھے اس کی بوبیاں

دوست کی ستونتی اوتار ناری / ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری

جو دیکھی دو چلن ہور اس کی وو چال / کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال

کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یونیں / سنبھالوں یار بے ممکن ہے تلک میں

نہیں وو خوب جو ہونا پشیمان / سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصاں

وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال / ہنر سوں دیوے ستونتی اسے ٹال

غرض منڈی کے لے آوے تو وو فن / کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن

پڑیا سو دن پو دن وہیں بیرہ کا بھار / اسے دکھلائی آپ سیں کر کو بیمار

نہ دی دوست بھری کس بات کوں راہ / پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ

تھی آپس میں آپے روتی و تپتی / رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی

لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات / سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جیو ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر چھوں
پھر اک تدبیر سیتی وو دکھایا شکل انساں

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا / رکھیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو سمایا / جو مشک اچتا اسے نافے منے جوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے / گھٹے خون جگر نافے کے نمنے

جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپچی / بجکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپچی

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے / ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر / جھکتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی / دریغی سوں کہے یوں دل میں ہو رئی

خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی بات / گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ

دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں بلیش آ / برائی دل میں سنتی کیوں اندیشا

کر اول گرم مجہ سوں دوستی کوں / کیا مجہ سرد آخر دشمنی ہو

سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا / بلا میں بھا دغایاں دے کوں جاگا

بہر حال اس سند چندر روز تھا شاہ — سو دیکھا رہ میں یک طوطے کوں ناگاہ
نہ ملتا ہے نہ جلتا سپے ہوا تھا — تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا
دیکھا اس شہ دل میں لایا ہے یو خوب — کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود — مرا اس کام میں بیگی اچھے سود
گُندا اپنے دل منے اس بات کا ہار — ملن کے نادراواں کا ہوا سار
جدا یک زندگانی کا کیا مست — خضر کے ناد کیتا سبز کسوت
کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا — زمرد کے لوٹے پنجرے میں آیا
پھرا کر بھیس آہو کا، ہوا طیر — یکایک وہیں اڑا سو وو سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر — پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور
اسی کے گھر پو جا ایرال اُتریا — وہیں پاتاں منے در حال آریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو — لگیا گرنے کوں بھاندا مستعد وو
تُرت راواں خیال اس کا سمج کر — اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر
کیا یوں وو اپس کے راز کوں کھول — اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈ ہار — ہمن ایسیاں کے لیے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل چیلیاں سوں جج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں
ولیکن بیچ توں مج، شاہ کے پاس — دو لک تن میں نہ دیے گر کم ہو یک کاس
کر ایسیا شرط راواں اس سوں ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال
بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اس کے تن میں جان آیا
شتابی سوں لجا اس، شاہ کوں دیے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر ایسی وو شِن راویں کی گفتار — رہیا حیران ہو وو شاہ مکار
مٹھی باتاں سوں اس کا رکھ مٹھواؤں — رکھیا اس ستو تی رہتی تھی جب بھادنا
شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی سبے کر اپنی نیں پچھانیا

اتھا چند روز یا رے واں وو راواں
دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر
زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر

کھیا اُس دھن سوں یوں اے سرو آزاد
جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟

ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟
جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رد

کلی کے ناد دل کی ہے ترا تنگ؟
گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟

رہیا نیں زلف کے سنبل کرا تاب
گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر؟
ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟

ترے دو نین کی دستے ہیں پایاں؟
پڑے کی مہ کے نمنے کیھ پوچھا یاں؟

چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ
دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات
دلوانیں سو سہادے کس ستلات

جو نیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول
وہ کیوں کر خوب دستا موں سو توں بول؟

جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم
کیوں اچھتا، تو نچ اس کا بول عالم!

برہ میں جیو دینا بھوت آساں
ہے جینا یو بن مشکل ککر جاں

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں
محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں
ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں

جو طوطی قایم، اس یاری میں دیکھیا
محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال
کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن
لگیا اس، آئے تیوں پھر تن میں جیوں

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں
لگیا اس، آئے تیوں پھر کر سلیماں

عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو
بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو

ہنر لیتی اپس کے نفع کا یوچ
لیتی تدبیر اس کے دفع کا یوچ

کہا طوطا وو یوں اس ست پھر سوں
حیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے کن دو نما جا
اسوں یوں بول نیں ہج توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چھن ‏ ‏ کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن

منجے گا ہے دیکھیا تھا وو عاقل ‏ ‏ دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل

دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر ‏ ‏ موی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب سوح کوں نا ہوسے تیوں فام ‏ ‏ وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول ‏ ‏ سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپر آ ‏ ‏ توں کیوں منج آزماتی ہے سو آزما

موی قمری کوں لیا کر درمیانے ‏ ‏ ستی سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور ‏ ‏ سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا ‏ ‏ جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

ترت جیو کوں آپس کے اس میں پاڑیا ‏ ‏ پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا ‏ ‏ خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا

کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں ‏ ‏ کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کرے سازِ عروسی ‏ ‏ لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک کئی وزیر ایسے منے آ ‏ ‏ اوّل مدح و ثناشہ کا بجا لا

گیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع ‏ ‏ گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع

جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے آیراں ‏ ‏ ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

یو سن کر بات شہ اس دھیر کر رخ ‏ ‏ اسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں ‏ ‏ گنوایا بات سوں اپنے نگیں کیوں !

قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من ‏ ‏ لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت ‏ ‏ وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشن عشق
١٠٦٨ھ م ١٦٥٧ء
از
نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منہر کے والد کا زماں جیں خوش ہو رہتی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جسے ملک شاہی کرا تخت تھا

سہے نانو بکرم جگ آدھار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس

نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم

جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پڑا او پکار پر کاج پر درد اچھے

پتھر ہو ستا جس پرس چھانو نے — زمیں کا بی اُبلے دھن اس نانو تے

دشہیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا اقبال اچھے بندہ در پاس جم

دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند

سعادت کے گوہر کرا مشتری — ادک بدھ کے باز ار کا جوہری

شجاعت پر اس کے سو بہرام رام — سدا سرخ روئی منگے اس تے وام

سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شرموں گلے

جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے

سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا

دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ

عنایت جسے رب نے بے ریب اچھے — کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے

جو غالی کریں بحر ہور بر کی کھسو — پڑے تس کے کونے میں جیوں یک رخن

دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ — جو لیا سو جتا پائدل ہور سپاہ

متی مست حلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار

ہو پرتھم نے یک چتر راج ایں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج ایں

جتے راج بھاری بدل بھار سے — لگیں فوج میں اوس کے سردار سے

سبھا ہر سبھا جب کرے داب سوں — جتے چھتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف
لگا لگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سُورسا یک نظر
جنھم یک روش خاص ہور عام پر

دو بخش تھا ہر دل ریش کا
نگہبان بے کانہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس
گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر
ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب کچھ سوں باغ
دھرے بن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

اپس عمر کا جب ڈوبے آفتاب
خلف چاند سانیں سو نا تب مناب

گگن بادشاہی کیرا خوار ہے
یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے

جھا اس اندیشے کا نہ سوس کر
کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار

نہ دیکھے بن اس دکھ کے دریا زکو
خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے بات میں خیر نت
لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش اتھو ان گنت
کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازن شب چھپا دے درم
کرن مہر طبلک پہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خازن املاک بار
رچیں آن کر نور تن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دو نوں ہت سوں جیوں تخت بھر صبح یوں
کرے دُرفشاں صبح شبنم کوں جیوں

اُتر تخت جین شاہ گھر بیچ آئے
تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات
اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے
وہیں آن الوان نعمت کھلائے

پچھیں کسوت خاص ادک مان دے
بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہِ عالی مقام
شہر بیچ آ سب کے لیوے سلام

زمانا ڑسے اپس مکھ سوں ہر تن کے نیاؤ
بندھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ

شرب بادشاہی کی لیوسے خبر
دھرے پیار ادک نت رعیت اوپر

رجتے بھوج پڑیاں کوں کرے سرفراز
نوازے جسے پائے صاحب نیاز

صبا پر صبا ہوا ہیں سبے گمان
کرے خلق کا باؤ ایسا رواں

نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو
سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو

دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم
تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم

نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج
کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج

جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے
خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے

نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس
کر دیتا ہے داتا دھنی یک کوں دس

توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں
نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں

عجب ہے ہمارا دل ناصبور
جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور

جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر
وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے
نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے

بھلا ہے اُسے تیخ سہنا بلا
خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا

کہوں ہار یو قصہ دل پذیر
کہی کھول کر بات یو بے نظیر

کہ یک روز وو خسرو نیک فن
سخاوت تے پھر آسے دایم ثمن

سو مکھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب
کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب

وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال
دھری جرت کا آن بھوجن کا تھال

سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے دھر
پکارا رہا تجھے تل تلک یک فقیر

لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب
کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب

اتر دوں پچھیا رہ نہ کرنے سوال
چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

گیا جیوں جو سنمو کہہ ہو چک چیا دا امیر نہ لے کچ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
کھیا شہ الیں دل میں ہے شدید کیا کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا
وہیں دوڑائیں سیس دھر اس چرن کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من
کرم سوں ہٹک آکے پچھاں لگ اول مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب دیا یوں مٹھے لب سوں کر خوا جواب
کہ چل بیگ او جا مج چرن پر تے سیر روانیں جو یوں بانج کے گھر تے نیر
بچن سن یو شہ گھر مٹے پھیر کر خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار
چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا کہن زخم سوں پھوٹ تازی کیا
مل انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں اساساں کا بارا چھوٹیا زور سوں
پھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
پڑیا فکر کے بحر کی موج میں ہوا ڈنگ ہر موج کی فوج میں
بھو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا گلے دات چینڈ وا دک بس چڑیا
گیا ہوش تس بس کرے تاب میں ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
دیکھت شہ کا یو حال رانی ہو دنگ سو ہمدرد ہو دھر کے تس دکھ ملی انگ
کرامت بچن سوں دلاسا اون سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل
دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار
کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن کھیا کیوں توں چپ میں ہلکی میں من
نکو کچ اندیشے کے پڑ آپ خیال کمر نید ہمت سوں اپیں سنبھال
وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا جکچ من کے مقصود سو اس تے پا
یچ فیض بخش اس ہما کا نشاں سعادت کا جس اوج ہے آشیاں
تجھا دیکھ اندھارا اجالا تمام تردد کا سٹ جگ پہ جالا تمام
جو یو وہ ہما صید تج دام میں کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج — چلاؤں گی میں نت ترا ملک و راج
تجھے تل ٹنگاتی ہوں میں یک جرس — پھر آوے سفر کر توں جب ہو سرس
نشانی سوں آکر ادھی رات کوں — بجا مار تب تیرا اپس ہات سوں
سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر — بولالیوں کر بہت سوں دربانہ کر
بچن نار جب عقل سوں کی سنوار — وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار
ڈھنڈانا امید کر دل تے تج — لمن جاؤں درویش سوں دھر کے تج
پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں — چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیس کوں
کنتھا سخت محنت کا اپ گل کیا — سو کچکول ثابت توکل کیا
چڑھایا سو تن پر قناعت کی راک — سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک
صبوری کی مدری دیا گوش کوں — کیا حلم زنبیل ادک ہوش سوں
یوں راحت کی دنیا کوں برگان کر — لیا راکھنی یگ تلیس آن کر
لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل — جلانے ہوس کی دھونی نت سگل
اپس نفس تئیں ران کر سنگ کیا — بھوکا کر جگانے سنگاتی کیا
دھریا خوب ہتیار کر ہات کے — گھنیری جگر تیز دعوات کے
کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا — اٹل قصد کی ہت متاری کیا
دھرن جلد ہر کام میں تیز ہات — لیا جوش خیالاں کے چیلے سنگات
مگر پاک نعمت کی اس کھان کوں — ہو خادم منگن یوت کی دان کوں
کر اس دھات اپس من کے تئیں مستعد — رضا لے چلیا کام پر ہو بجد
رکھیا سرو آزاد ہوبن میں پگ — لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ
رھنے تازہ سب کُھ وہ یکدھیر تے — بھگانے لگیا نین کے نیر تے
دھرے نرم پگ یوں چھلے دکھ سوں — پڑے پھول نازک پہ جیوں شب تے اوس
کیا قوت مشق کوں بھوک پیاس کا — نت اپنا رچ ایں رگت ماس کا
سدا بھوک ہور پیاس کا سوں ڈک — دسے شیر تے جلد تر ہو سبک

کرن تل اوپر خاروں ہور چمن | سبک سیر الیسیں کرے جیوں پون
گھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ | ہریالی پہ سوے سٹے نس کوں کانٹ
اتھی بچھیں سو نھالی ہریالی غلاف | فلک اوڑ نانو پدر کا لحاف
بپت نس کوں دن تے پڑے جب دونی | جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی
وہ محنت کا کنتھار کیے گل پکڑ | جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتر
ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن | رہیا سکھ ہو کاڑی سار وشن کنچن
مناجات میں حق کے ہت کھول جم | رکھے پر توکل کا کچکول جم
رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر | بجا وے سنگی آہ کی دھیان دھر
کر اس نفس کا سگ جو بھر جوش لیائے | جو من بھائے تو ندا اسے قوت بھائے
جو کئی ناسزا کوئی زباں چھوڑ ڈھیل | کرے صبر تیں حلم کی دھر زنبیل
سنجل پا بلیات و آفات کے | پھر آوے چکر مار دعوات کے
خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر | چلے باٹ مشکل پڑے جان گر
گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈ النگ | سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ
سو پیاسے تمن دھوپ کی یا سراب | چلیا دھیان دھر بولتا آب آب
ڈھونڈیا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا | دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا
نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن | نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من
نہ لگیا پرس تیس اجالے میں ہات | نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات
رہیا جیو باتیچ گھٹ کے تن | نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو پون
ولیکن رجتی کچ کھڑی سو بیت | کرے سب وہ ثابت توکل سوں پت
قضا اللہ یک دن خوشی یک بن میں جا | لگی دھوپ سو ور دیکھیا بچھا
دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر | دیکھت خوشی ہو اچل کے جا اس کے دیر
سو جنت ہے ہر شاخسار سے چھانو سچ | ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سچ
لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند | سو رکھن بیٹھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں — سو باساں سوں بن سب معطر اچھیں
جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس — ہو رتے تھے اگر بھید نس دن سو باس
چمن بیچ جو کچ وہ سنگ جم اتھے — سو رنگ مشک عنبر تے کچ کم نہ تھے
سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا — رہیا پال پر بیس دھر تھیا نوجا
گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ — پریاں سات اوتریاں واں آلگ
سگل بن وہ یک بار روشن ہوا — رتن کھن اجالے سوں گلشن بھرا
سورج نور سوں تس رہیا ہو سیاہ — ادک تاب سوں جل گیا قرص ماہ
ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر — کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
لطر مل پڑی نور سوں جھانپٹی — چھٹی تن میں تس ہوں سوں کانپٹی
تلگ وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار — گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار
کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا — اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بچھا
کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار — ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار
یقین تب ہوا اس کوں یو ہیں پریاں — ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں
پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر — کہ ہے ان کوں نوکھنڈ کی سب خبر
پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل — ہلوں دست کر مار بیٹھا بغل
کتک وقت کو جب پریاں تیر کر — دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر
دیکھے ٹھار پر نیں ہے کسوت کہیں — وگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
یکایک ٹھکیاں ہو رہیاں بے قرار — کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن بیار
تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن — سیے کر سٹیا دھر کے غم کا گران
ولیس میں اپیں ہو رہیاں فکر یوں — کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں
پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلاج — پھر ارغ کوں سر بچھیں دھریاں لا علاج
کھیاں کون ہے توں سو کہہ بیگ بات — ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات
اگر عیش دنیا کا ہے تجھ یہ بار — یکیس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ — ہو خوشنود لویں ہمیں بات اوچا
پریاں کی یو سن بات شہ دھر کرن — لگیا بولنے یوں اُو نن سوں بچن
کہ نیں آج سو دھن یہ کچ مج طلب — پڑیا ہے مرے سر ولے یک سبب
فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں — ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں
سر سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا — نہ تھی نسل سو بن پڑا داغ تھا
قضا اللہ درویش صحرا نشیں — مری بار گہ پاس چل آ یقیں
کرم کا سو اول جگا چراغ — چپ آخر گیا داغ پر دے کے داغ
وہ مجنے کی گفتار درویش کی — کری تازگی پھر کہن ریش کی
ہیں آخر ہوا اس درد سوں لا علاج — نہ ہو خوب حیاں اس کے مرہم باج
وہ گلشن کوں پانی ایس خار کر — یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر
ولے مج پہ دن دن ادک ہوئے رنج — جو کس کھنڈ کے کنج میں ہے وہ گنج
تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں — تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھاؤں
جو ہو تل عنایت مج اس گنج تے — غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رہیاں — ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں
جگت میں خیالاں کے قاصد تمام — رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام
لگیاں بولنے یوں یکس یک کے دھیر — فلانے ہیچ بن بیچ ہے سو فقیر
دھنی نعمتاں کا وہی آج ہے — جسے جن ہور انس کا راج ہے
چتر دیسے دندے ہو یک دل تمام — اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام
اپس میں اپیں خوب کر یوں بچار — کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار
کہ اے شہ کچھ اس بات کا غم نہ لیا — ہمن کس تاں بیگ دے ویں پھرا
گھڑی یک توں پھر بیس دھر حوصلہ چک — لیاویں توں ماریں تلگ یک پلک
ہمیں ہور یک وعدہ کرتیاں اب — پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب
یکے یک زلف کا تار ہر تن اتال — جو دیں گیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں ‎— ملا بیچ میں سب ہمن ٹھانوں سوں

توں حب کی ات سوز دھر آئیں گیاں ‎— سلامت ترے ٹھار نیٹر آئیں گیاں

سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات ‎— پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے ہات

وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر ‎— تلک وہ پریاں کسوتاں سوں سنور

اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں ‎— وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں

نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں ‎— یقیں وہم پر پیش دستی کیاں

اوتار اُس کوں درویش بستی کے ٹھار ‎— اپیں ہور رہیاں غیب اُس بن منجھار

عجب جگ کا خالق سکت دار ہے ‎— جہاں پروری جس سزاوار ہے

کہ جس کام کا نیں سمجتا سو نانو ‎— دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں ‎— کرنے فن کی یوں برسوں شیریں زباں

گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تد کوں جیوں ‎— وہ پایا اُسے سرتے تن من میں جیوں

دسیا جب نظارہ کیا چو گرد صحن ‎— وہ درویش سرمست کا مست بن

مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں ‎— سنواریا تھا باغ کی بزم کوں

سُہیں حوض پُر سر چمن میں ہرے ‎— طبق سبز میں جام جیوں مئے بھرے

بھتا تھا نہ چمناں میں چو گرد آب ‎— وہ لبریز تھا جام تے مست شراب

وہی ہو ہر یک رکھ کے تن میں اثر ‎— مستی ہو کے جھلتے اچھے ات بے خبر

سُہاویں کلیاں یوں کنول کیاں سرنگ ‎— کُوپیاں چمن کیاں سے بھریاں رنگ رنگ

پیالیاں سوں خوش چنبیئی جا بجا ‎— رکھے بزم مئے بھر ہو ساقی صبا

دیکھت مئے وہ نرگس نمن تکھ بیمار ‎— گلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار

کریں خار اپس عشق کا جوش ہو ‎— عرق بیچ رہیں غرق مدہوش ہو

لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں ‎— نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر سٹ چھب سوں ویں ہنسا تس مکدر او نلیندیاں کے تیں
کرے بزم کوں تازہ چھڑبے درنگ دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے پپیہا و کوئل نول تان ادچائے
سو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب کلیاں کے نچھے رنگ ہر رُکھ کوں تب
لگیں ناچنے مور ہو بے خبر کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کولاٹیاں میں آئے پراں جوڑ تالیاں سوں دستک چلے
دک خاختیاں کے دلاں ہو کے چاک اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک
بسنہار ہر جنس کے جانور ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
پرندے درندے چرندے تمام چھپے بن کا ہئے خانہ جن کا مقام
ہوے خود اچھیں حالِ خود میں عجب سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب
زہے طبع کا صاف درویش اتھا رہِ راست میں جس قدم پیش اتھا
کرن زندگانی کی راحت اتیج اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج
محبت کا جم تن کوں جیڑوا شراب دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب
مُوحّد ہو بن یک نہ جانے دوجا کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا
یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن دست اتھا گنجِ خلوت کی عشرت میں مست
جگا کر اپس شمع سے نور کوں رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں
تو ہر صبح و پیہ بلا تا نکل پڑنہار تھا تس نظارے میں جل
دھراپ من کے منکے پھرا بات میں رکھیا تھا لیاں راز کی بات میں
تل یک فصل و درس تے پڑتے پیدور اتھے من تمن دل کے چک دھن حضور
خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ ہوے غم اتھا جگ کے دھندے کوں سٹ
سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے جنے خط میں معشوق کوں پائے
سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آج ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھات

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون ۔ وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن
اُلنگتا اُلنگتا چل صف بصف ۔ ل اس خادماں میں رہیا یک طرف
یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات ۔ کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات
یون نیر کی مے کا تن میں اثر ۔ ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر
گیا بھول آپس کوں اپس دھیان سوں ۔ اوٹھیا جیو تے بہت دھو کے ان مان سوں
دل اس کا صفا اپنا درپن کیا ۔ اپس ٹھار تس میں لہنے دیا
ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار ۔ صدف میں ہیرے کی کیا بستی ٹھار
سمج پن وہ درویش روشن ضمیر ۔ ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر
ہریک روز محشر کے دن تے کٹھن ۔ ہو گذرے جو چھ ماس یوں رات دن
ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں ۔ تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں
لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر ۔ تمنے سر پہ ہر دکھ سو دیکھا اس کے دھیر
یک اوتار پھل ہے سو اس کے اوپر ۔ توں کر تیغ تس پر طلب کی نظر
پڑیگا اوپر تے یوں رہت پیار ۔ وہی لے کے لینے نگر کوں سدھار
پچھیں جمع دھر کر توکل پہ دل ۔ کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل
نہیں شک جو ہو فیض پروردگار ۔ تج امید کے دکھ کوں آوے تو یار
یو سن بات کر شاہ سر تے سرن ۔ پھر پاؤں تے ہو رکھیا پر اکھیاں نین
لیا رہیا سو بہت آپڑیا تس منجھار ۔ بجا لیا بہت شکر پروردگار
نکل بزم تے بن کمیری بھا آ ۔ تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا
معنبر سو وہ زلف کے تار کوں ۔ جلاتے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں
نکل آکے حاضر ہویاں شاہ کن ۔ پھریاں شاہ کوں لے وانچ تے دھر یوں
کتک تے گمیر کانن سو بے جان تھا ۔ ہلاکی میں پڑ جگ پریشان تھا
مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں ۔ پھر یک دم میں لیا روح سر تے پھریاں
سفر ان تک شہ کی ممانی کی بات ۔ چلدی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر
جرس ٹانگ اسی رات یک بام پر

محل بیچ پردے بندھائے ٹھار
کری یوں نگر میں خبر آشکار

ہوا ہے یکایک جوشش درمیند
بچن بول سکتا نہیں ہو کے مند

سداد حیاں یکٹ پن کا دھرتا ہے بس
نینگ آئے دیکھے تو کس کا درس

جب ارکان دولت سنے یو بچن
پریشاں ہوے سب کے من جیوں پون

اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھلے
جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے

جتے جاں جوسی بی سن آئے کر
دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر

ملتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس
اتارے سٹانے لگے بے قیاس

دلویں بھیج لکھ کاں سحر دعوات کے
جلانے فتیلے طلسمات کے

حکیماں بی کر دارواں خوب راس
دلویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس

ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت
وہ سب دارواں رکھ کے یک ٹھار نت

دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب
ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب

کچھے جگ تو لیوے غم نہ سہ کیا عجب
ایسیں سب تے رنجور اچھنے سبب

وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دلگی اچھے
پڑے نس تو ہر شب اننگی لچھے

ہوا کہ دو جوا تھا سور لال
تبرے دکھ کے چھایاں میں چندر سے گال

اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن
ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن

برہ کی جلن بات ہر رین نت
ستارے کرے رہنمائیں نت

بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن
برس بعد یک آئی فرخ رین

خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ
چھپے پریشانی کی گھاٹی بجا

جو یک ٹھار جاتی براں کر نشاں
رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں

اسی ٹھار شہ آ کماں جاق کر
چلایا لگا تیر لس گھانٹ پر

جو رانی اتھی سال کی روزہ دار
جرس کی زباں تے صدا سن اپار

چل آئی کھولا در ہوئی سیر بس
سو یاسہ کے درپن کی نعمت سرس

بیرہ کی قیامت کی گھڑات عذاب — گنہ گار بختاں تے ہوے حساب

بکبٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط — نچل سک تِل یک عقل کا احتیاط

بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ — ادِک دھوپ کی آگ میں جا بِنِسر

نورانا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ — ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ

سو ہونے میں تِس پر خدا کا کرم — وہ رانی ملک طبع فرخ قدم

دی بھوماں مل چھب کی گت تے اسے — پکڑ ہت نکال اس بہشت تے اسے

دھرِ جنتِ عیش کے کام میں — لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں

لباسِ گدائی کو کر تن تے دور — دُھلا آنگ تس تن کر لے رشک سور

پنا کِسوتِ تازہ تن کے منجھار — لیجائی آرم بسا رمندھر سنوار

سنوارا اپیس کھولی نہ لگ موج نین — پھر آپیس ملی ہو کے جیوں حورِ عین

لے بھو صدق سوں نادِن کرتار کا — نکالیا وہ سر میوہ او نار کا

دو توں وہ امید سوں بانٹ کر — کیے خرچ سکہہ سیج پر نار و نر

جو تھا گُن نول شہر میں نیسان کا — ہور اس نار میں بحرِ عمان کا

جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر — برسنے وہ گنبھیر دریا اُوپر

خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار — جمیا دُرِ مبارک مدت کے منجھار

نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے — لگے تب یکس حال یک پوچھنے

جو کچھ کام اوّل تے آخر گھڑیا — وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا

دیکھت لگیا ادک شہ کے بریت میں — لے آنے لگی نیر لیس نین میں

کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام — لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام

ترے پر پی کیا تھا سو احوال بول — چھپیا تجھ نکو راز کا گنج کھول

کہ مجھ بن اتھا کیوں پیا احوال جگ — چلیا ہے تو کیوں راج کہہ آج لگ

بچن سن کے وہ نار گنبھیر من — لگی بو لنے کھول اپنا بچن

کرن قصہ اظہار تس رنج کا — کھلے در تد او ی کر سے گنج کا

نکالے سو تِس درکوں کرتیج باز بھوجنگ سا تِس دھن کا قصہ دراز
دیکھت زہرآلودہ شہ قصہ سب ہوا دنگ سب بے ہوش ادک لگ عجب
تردد پہ اُس کے بیٹھا مرحبا دیا [illegible] سوں چھاتی لگا
پیتے مل دونوں حظ سوں بھر جام جب سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیانِ مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جات میں ہلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب ہوا ریز عالم میں جو ندصیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک زرافشاں کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے دھرے مُند جو مخمور تھے رین کے
ہوا سُو صبا سُن یو مژدہ نول بجے شہ کے دربار طبل و دُہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھیر کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے تیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید ہوا سر تے عالم پہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو تہے نوے کسوتاں گھرے گھر ہوئیاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف ملے سب تھنے ہور بڑے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے کہ جیو ہر حوئے تن میں سر تے بھرے
لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے محلے محل خوش آرایش کرائے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل دکھائے رنگا رنگ گلشن بچھل
بھنورچاک کے جیوں پہ پلک کی پسار پڑیں تس ادپر تو رہیں مُند لیا
ہر یک جنس باجے لگے باجنے دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی لگے بانٹنے لاڈ راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار — بیٹھا شاہ تب آ کے مجلس منجھار
تھنے ہور بڑے دیکھنے ت کا بکھ — کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ
جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین — ہوئے ہیر سمجھے کہ ہے عید اپن
کرن شاہ نظارہ ہر یک سب — تماشے ہونے لگے ات عجب
خوشیاں سوں بجے ڈھال ہور گج متی — یکس یک سوں جھوجن لگے آپ مستی
بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو — ہرن چھوٹ چیتیاں اپر پڑے مست ہو
کیوتر کیے بازی آ باز سوں — پپیے جوت سورج کے پرواز سوں
جلیچ جس منے تھا سو کال ہنر — رجھائے دکھا شاہ کوں سر بسر
پچھیں شاہ عالی نظر بے گمان — کیا جگ یہ سورج نمن درفشان
جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی — ادک جگ پہ بخشش کیا جگ پتی
وہ ارکان دولت جو ہمدرد تھے — جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے
وتیاں کوں بی شہ تے کر سرفراز — گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز
جلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال — زمانے تے تھے سو پریشان حال
وہ پایا چھاؤں شہ کے کرم کی اپار — منگے حق کنے یوں دعا ہت پسار
کہ یارب بلند چرخ تے بے نظیر — توں اس رکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر
کہ سرسبز ہو جم یو رکھ نام دار — دھرے زندگانی کا خوش میوہ یار
کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس — منگیا ہو نہ اُن نیں پروایا ہے آس
جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے — وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیاں شہزادہ پنجیا سو ہو اس کا ناؤں منہر رکھ جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

درافشاں غواص بحر سخن — نکالیا ہے اس دھات دُرّ عدن
جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو — بدھیا وہ گوہر بحر لیں چھب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غرّا ض جب   نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب
قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی   زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی
لمیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس   تکل چاو کرنے لگے بے قیاس
اوپچ کی گھڑی پوچھتے تیں تول   منجم ہو تے بیٹھا حاضر سگل
ہوئی دائی حاضر نزول دعا کی   ہنر ور سعادت بھرے بات کی
جو تربیع و تثلیث کے گھرا تھے   ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے
گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں   ہوا تھا ادک لوح تکبیر سوں
جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں   ہوئے سعد با سعدیت کا قراں
ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب   جگت پر کیا تھا کرم بے حساب
اسی پیچ پا کسوتاں بے بدل   ہوئے تھے سگل جلوہ گر کوہ و تل
نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج   بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج
خیاور بی ہر جنس ہر ٹھار میں   گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں
سو ویسے سعادت بھرے وقت پر   تولد ہوا شاہ کے گھر کنور
سمجھتے منجم گھڑی وہ سرس   سہیلیاں جو جتیاں اتھیاں دھر ہرس
بجایاں جرس جلد اسی وقت سب   لیے لکھ منجم اسی پل کوں تب
سکیاں دیکھتے اس نول سور کوں   انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں
کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک   رتھیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک
کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پایا   ستیں کر کے جیو کے رتن رونما
خوشی کی خبر جیوں کرشنہ پاس آئی   چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوت مائی
ایں اٹھ کے آ دیکھ اس سور کوں   دیا روشنی نین کے نور کوں
ہوئی ریزگیوں دائی پر نور تن   جو اس کن منگیا کھول دامن گگن
کیا سکھ وطن وان عزیزاں کی سار   گیا دکھ سو دندیاں نمن جگ نے بچار
دماسے یو شادی کے گا جن لگے   ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

شکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ   گنایا بڑی میزبانی یو شاہ
ہر یک خلق یا نے تے عیش و ہو   ہوا عید نوروز پھر یک نوا
پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف   بلایا انگے سب نجمیاں کی صف
جو سر تس میں جس نا تو تھا گن ندھان   جسے حل اتھا زیچ و پتک پران
کیا خوب تر دھر ایس من کوں ٹھانو   رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر   رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال   ہوا خوش سیج بخت میں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دسیا   شہ یک چتر کا ہو نہار دسیا
جسے مان نو کھنڈ کے راج سب   دیویں کے رعیت ہمن باج سب
کریگا جہاں زیر شمشیر سوں   پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں   اَبر سے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امرتے بھا اس سکیسے یون   نہ چیرطھ خاک پی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں   بھتے نیر پر کوئی چین جبیں
کریگی زباں قید اپنی رگن   نکر سی بھم کچ پی قس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سیج آئے ہت   نکالے سو چودہ رتن پھر سکے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور   ویلے اس سر دس آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس یو یک ماس ہو   خطر ہونے بارا تب اس پاس ہو
اُو جاوے بلا کے جو خطرات ڈھوں   چلے اڑ کے یو باغ شاہی تے پھول
پھریگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر   پھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بیت کے زوال   پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال
سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر   پھر آوے ہو پرورده اس بن کے ڈھیر
ولیکن سو ہے لادوا یو بلا   کریگی سو پر جان اسے مبتلا
منجم یہ جو عین تھا نو بہار   یو باد خزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر　　پوچھیا شاہ درحال دیکھ اس کدھیر
کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں ٹک　　یکا یک تجے کیا دسیا سکھ میں دک
دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھان　　جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان
جلنگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس　　اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس
وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن　　مکدّر ہوا او و بخ شہ کا بی من
مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف　　نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف
کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا　　دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا
حکیماں ایس من میں خوبیں بچار　　سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال　　رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال
جو ہے یک سواس پر خطر کا برس　　وہ ہر کیوں توں بی سہتے ٹلتا ہے بس
کھے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں　　نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ　　خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ
کتب عاشقاں نہ بی لے آئے عشق　　رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
بھی ایسیچ کی دھات کر قید آج　　رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج
حکیماں کیے سوادانے کے چھند　　کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ تے نہاں　　نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسماں
جیسے ایسی کنک بھیتے ہوتی نہ ہوش　　توکاں کر سکے عشق تس من میں جوش
مجالس کوں یک دھرتے کے سرفراز　　کیا اس تردد کیسری درکوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کر نگہباتی

سُتن ہار خوش طرح یو بے بدل　　کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل
منگیا شاہ جیدل کلکوت سوں　　چھپا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا
گمت گاہ عشاق اِدک فرح کا

بلایا وہ گل کار کل کاردان
بڑای بڑای کی صنعت گران

ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش
دھرن ہار ایسی فن میں شیریں تلاش

لیئے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار
زواد و صدف ہور بلور آب دار

اگر ہو چندن کا چوبینہ پاک
پتھر تس میں بلور سکے تاب ناک

بنا کاخ فرخ گھڑی یوچ کر
بٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر

بندلے پلیشہ ور خوش خوشیاں سوں تمام
طلبیاں کی جھنی دھر بہار بام

چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن
سفید آبگینہ ڈھلا سے انگن

چمن چو ترے صحن میں سیج لیے
گلایاں کے گل کے سیج جو بچے

پیا صاف الماس موتی ملا
گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا

چلا خوب پا جیوں وہ روشن ہوا
چندر سور کا عین درپن ہوا

دسے دن کے پر تو تے کون تمام
گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام

لگے لیبی کوں یوں عکس ماہ و فلک
جلبلا کرتیں جیوں جبا یک ڈھلک

بنائے وہ جیوں آرسی سا محل
صفا صدر تس میں کیئے بے بدل

پلنگاں رکھے جڑ الماس کے
بیانات اس گل ہیچ کاش کے

چھپرکھٹ و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار
ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار

صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب
پرتو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب

پلنگ پوش اندھیار پال پڑے تمام
وتیاں کوں بی اُجلے قماشاں یو کام

بھواسیاں صفا صاف تکیے تمد
اچھے لوڑ پالشت اچھے بے عدد

جیسے شمع فانوس اس میں انوپ
بلند عود سوزاں و پہری سروپ

دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام
شفاف و بلوریں و چینی تمام

دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف
ہیں اوجلیچ کوئی زنگ نہ تھا بے خلاف

گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ
دیے جو رڈاگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوا پا گیا جب عمل یوں تمام ۔ دیے شاہزادے کوں تیوں ان مقام
اچھے سو جکوئی سرخ زرباف پوش ۔ سو اُس پاس جانے کوں ہوئیں صفاپوش
جو ہر بست شہزادہ کارن کیے ۔ امولک رتن صاف تس میں دیے
چھپار کھر کے پھل پھاٹک کے باؤ سوں ۔ لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں
ہر یک دن صفا نور تس تر ملا ۔ دھرے پہلے چندر ستے چڑتے کلا
ہو ماں باپ تس سور کے درسنی ۔ سدا سیو نے تیں مجوسی بنی
نہ دیکھے لگے اس حسن کی بھان کوں ۔ ملیں نان تلک چک وہ ان پان کوں
ہر یک دن کا کر شکر پروردگار ۔ کریں خلق پر روز گوہر نثار
برس چار پر چار دن چار ماس ۔ سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس
کنور تھا نیٹ بحر عرفان کا ۔ ہر یک موج تس فوج گن گیان کا
کہ جس عیلم کے ابر تے بوند آئے ۔ دھر اس من کی سیپی میں سکر دکھائے
کیا علم تحصیل ہر بھانت کا ۔ ہوا خط بی مشہور تس ہات کا
سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر ۔ ہوا دور سا دن میں رستم تے ور
سو ہر یک ہنر میں سیوارن ہوا ۔ اپن یکہ لکھو بھار بھنجن ہوا
پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ ۔ پو عالم میں ہوتا سو کیا مکر داؤ
سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں ۔ کیا پرورش ات چھپے چھند سوں
جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات ۔ سو بھا بھول اپڑی یکا یک وہ رات
جو کچھ حکم نازل ہے تقدیر سوں ۔ پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجاراں لے دیک
کیئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا
ادک حسن میں رشک نوروز تھا

بک یک روپ لے دھرت ہور آسماں
ہوا تھا زمین وزماں نوجوان

ہوا دیکر گلشن میں پیٹر مردگی
دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی

قبا ابر کی بر میں پہنیا گگن
کرے تھے ہرے تن پہ کسوت دھن

صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک
سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک

صفا کا لوے بن کی چوندھر جیوں
دس آوے نظر میں او دیکھے تو دیں

کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا
تلک کے کنارے کا والا دھریا

زمیں لے کر گلشن کے محور جگ کوں کھول
ہر ایک پھول لبست بینی اموں

چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا
بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑا

کرے تیل شبنم کوں کر ملکہ منجن
ڈبی تے بنفشے کی پینی انجن

دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال
دسیا نقطہ تس دانت جھلنی کا خال

ہوے سیونتی سیس پھول رت کے
گل اور رنگ کاری ہے یا قوت کے

دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر
ٹیلا پاچ دیا قوت کا خوش نظر

دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ
رہے باولیاں ہو کہ نیچے ڈھلک

کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے
چنپے آن کھلے کانکے در ہوئے

گل افتاب جرطت کے ہیں جھال
کنوں ہوئے بل کری میں کے لال

جو بنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل
مکٹ مال ارکند کے غنچیاں کے جیل

رہیا ہو درس دیکھنے بار بار
گل چاند صاف آئینہ تاب دار

طرح بان کا پھول فالج ہوا
چوا پھولسری کا چپ راج ہوا

بانے قدرنگ بن میں خوباں کے قد
کریں ناز نی سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک
رکھے تھے وہ جی جوب میویاں تے انگ

سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند
ہوئے سیب اس صاف پانی کی بُند

جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں
منور قندیلاں کے جھیلے دسیں

ہوا حقہ لعل ہر یک انار
دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار

بھریا کوزہ ہر آنب کا نیر سات
جموئے بین بین بھا کر آب حیات

لبالب دسے جام میں خوش گلاب
ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب

ہوتے شالواں شربتی کم کمی
لباں نرم کھرائی تے فنری جمی

پھلی جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی
جمبتے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی

بھنی طرفہ صندوق ہے خانہ دار
بھریا میوہ ہر خانہ بھتر دل بہار

کلیاں پر دکھیں انہی اتفاق سوں بند
ہر یک نارنگی کے جھبلیاں تے گنبد

جو بن پر ہوس کر نھنیاں جنجلاں
دیکھیں ترک کو چوتی میں امرت بھلاں

ہر یک موز کی چھاک تیجے پر ہوڑ
دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ

ترش ہور شیریں جو خوک دسے
ہرا بر وسے محبوب بے شک دسے

بنے دیگ بنا کے بینے خوب دہات
منگے شاہ گتنے کوں خلوت سنگات

زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں
گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں

جیند رچہ بچیا ہر چمن صد گلگن
رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن

شہنشاہ نس بھار فرما کو صدر
گگن کا رکھے لس نشیمن کوں قدر

دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار ہوں
بڑھاوا دینکھی گاتے آواز سوں

دل و جاں سوں تجھل پھول کے شاد لیں
نظر ہو ز تیج سوں لیا رنگ رس

کھڑا اندہ اقبال ہو شہ کے پاس
کرے خدمت آبجھی ہو کر داس

فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں
کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ابیں

گئے آکے مجرا حضوری تمام
کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام

دو رستہ کھڑے صف بصف آ دیر
تے مت تیج ہور گتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے — ہوئے مجلس شاہ جمجاہ کے
کھن پرور و برنائے نو خواستہ — ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ
یک یک آصف دہر والا لقب — زمانے کا لقمان و عالی نسب
ہر یک بو علی خوب تدبیر میں — نہ بوزرجمہر اں کی تقریر میں
سرب پائے سو تربیت شاہ سوں — سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاگوں
کتک وقت کوں شاہ و ملک دکھن — کتے خاص خلوت کے خوش انجمن
ہوئے دور نا محرماں تب تمام — رہے ملک کوں دین ہار انتظام
ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا — وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا
ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے — تو او عین عبد المحمد سے
سہے بات جس حل عقد شہی — سکت ملک کوں جس کی کار آگہی
زہے رائے زن رائے سوں لے مدد — یوں پر بند نہار حکمت سوں سد
بڑا دوربیں چشم خورشید کا — ادکہ نکتہ داں جام جمشید کا
دیونہار کر عقل سوں بے نفاق — کیوتر میں ہور باز میں اتفاق
یلیا آئے جس عہد پر ساؤ چور — دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور
حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند — عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند
اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں مل — نظر میں امانت دیانت ہیں دل
سکت جس دکھے دل کو آرام بخش — سخن نامراداں کوں نت کام بخش
سپہر سخا مہر فیض و کرم — دسے بحر دل موج تس کف ہے جم
جم اس ابر بخشش کو بارندگی — دیوے علم کے باغ کوں زندگی
فضیلت سے تن کا ہے جیو جس کی ذات — ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات
طبیعت تے جس بات میں رس بھرے — من امرت شیریں سخن سوں کہے
کھڑگ جس کے ہت جس کا فرمان ہے — ترنگ پاس تس ملک میداں ہے
گیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھاؤں — کر یا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناؤں

اسی صف میں تھا آصف نامدار | دکھن کا سپہدار عالی وقار
حکومت وزیر شہ کامراں | مسمی محمد اخلاص خاں
کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا | خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا
جتے رازداراں ہیں ات مختصر | مقرب شہنشہ کا ہور معتبر
جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد | بلند بخت اقبال عالی نژاد
دکھن میں زر گی کوں تس گھر ہے ٹھانوں | چلنت میں ہے تس جگ میں تعب کا ناتوں
دھرے دل میں جس مکتے دولت مندیا | کرے فخر تس ہت ستے ترکش بندی
دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب | لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب
دھرنہار جم قرب شمشیر کا | نہ سر بچہ ہوتے تس کے سم شیر کا
دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد | کیا جس پہ دہم تس کیا مار کرد
کھڑگ رن میں کھنچے تو جب یو شجاع | سورج بینبہ نمتے جلے لک شعاع
بڑے نام و ناموس و اوشان سوں | فدا کام پر شہ کے نت جان سوں
انتھا خان شہزادہ خدا جس مدد | علی کا خلق مصطفی جس کا جد
پھتر آب ہو جائے جس باک تے | چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے
لکھیا ہے فلک جب کے پنچے میں جس | کھڑگ دیکھ جس فتح پاڑے اُمس
نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند | قوی بل سوں بازو کے اقبال مند
جکو کی ملک در بستہ تھا سیے کلید | اسی فتح کوں رہنما یوشید
سٹنہار او کھیل ایس جیو پہ ہوڑ | مخالف کے دل کا طلسمات توڑ
جب آتا ہے شہزادہ سوں او دھان میں | ایرا ہیت لنوے اتد کی ٹھان میں
کواتے جو تھے گج ہتی اہل نغز | سٹیا بچہ سٹ کا ناتی سر تے مغز
نظر شہ کی جاں دہاں ملک تس گذر | رکھے واں قدم جاں چلے نا نظر
اگن کا جو جھگڑا ہے تس فوج جاں | زباں آگ تس تیغ آتش فشاں
پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک | گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوا لا ہے خاصے سوں یکدست فوج | مگر ہے یو شہر کی گنج مست فوج
فدا حکم پر شہ کی یو مہبلی | علی کا نواز یا مدد جم علی
اتھا یو ت بہلول خاں کا عظیم | او عبدالکریم بن عبدالرحیم
بڑا نامور ہور بڑا فوج دار | خرچنے کوں جیو تعداد کہ ہات ادھار
سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند | دھر تہار منصب کا پایہ بلند
بجھنار دولت کے رنگ رس کا مغز | ادکہ کار دانی میں ہشیار مغز
عمل ہات کا جس کے نیت راستی | نہ رہی تس قلم تے کم و کاستی
دستہار دریا نمن فوج تس | کیا مار کر ونٹ لگیا موج جس
بزرگی جم اس کی دندی پر دسے | کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے
برسنے تے جس دل دندی گھوتے صبر | فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر
بڑے کامگاراں خواتین خاں | سعادت نشان ہور شجاعت نشان
رکھن شاہ کی دستگیری کا نانوں | لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پانوں
جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر | اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر
یک یک فاضل و ہر افضل اینک | کمر تہار ہیت دکھا فتح جنگ
یکٹ بھان ہار سے ترنگ صف میں چل | جماعت جماعت اٹل خاص خیل
یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا | وزیراں میں نامی خردمند تھا
سبھ دار ادک راج کاراں منے | مہابل ہے دولت کے بھاراں منے
دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھار | مغل ہوے ایس دل ہیں نت خار خار
ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے | اٹل جادواں دھاک توڑے کتے
کھڑا اڑے کتے باندرے بھونسلے | اندل کاڑ و ھنک تھا بے دکھندا کلے
شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ | بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ
کہیے خوش ہو یوں غازی گردوں جناب | کہ اے رخت شاہی کے حکم لناب
رہیا گھر دکھن کا تمارے تے تھانپ | کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کل — اجا نے یہ ہیں یہاں تلک آکہ غل

اگر بیش روا اہل تلبیس ہے — اسے رہنما اہل ابلیس ہے

دیکھایا یو بد عہد کوں او کنشت — ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت

دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب — رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب

اگیٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار — اناراں کے داتے دسے تس انگار

کیا سو مہم یا ہمن تے مدد — ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد

اگر متفق بد سوں بد جنس ہے — ہمارا مدد خالق انس ہے

اسے گرچہ مل بت پرستی اچھے — ہمن قرب ربی کی مستی اچھے

پناہ اس کے گرد یر کفار کا — ہمن سیتی مدد حضرت آثار کا

جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں — ولے تیر شمشیر ہے درمیاں

سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج — نہ سمجھیں او یاجوج ہماں آئے یاج

اچھے خار وخس کے اگر یک ڈھگار — او سب جانے بس تھنا یک انگار

تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں — جو منظور ظل الٰہی کے ہیں

ملے نیں ہے لگ او انگے انکے جاد — سدا انکے تعظیم کرتے بلاو

کھلاؤ یکیس سر کا یک سر کوں مغز — پلاو یکیس یک کوں خوناب نغز

یکیس یک کے گل ہاؤ انتڑیاں کے ہار — سٹو گیند یکیس سر کی یک یک تلہار

کھلاو کچل خوب مہرباں کوں پان — چھڑک لہو سرنگ کر سٹو بے گمان

بچھا بچلاں زنگ کے نت یک تلہار — کرو نت دسن یہاں گوہر نثار

جو آویں یہاں لگ تو ملیں خوب لاٹ — جہنم کوں بھیجوں فنا کیجے باٹ

لبسر گئے ہیں برکا بلے دیکھ دود — اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود

لیا خون اپنا الیس سر لبا — ایں ہو جو مطبخ میں آوے سما

لکھو آج مردی سوں مرد نام — تمن تانوں سوے ہور ہمارا سو کام

سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات — ہے ہم تھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہو شہ کی زمیں بوس سوں   بڈھانے الیس نام وناموس کوں
اٹل تیر شر زے اسی آن میں   یکس یک تے آجلد ادھان میں
کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز   تیرے دولتوں ستے ہم بے نیاز
زمانے میں شاہِ یگانہ تہیں   حقیقت میں شاہِ زمانہ تہیں
کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے   ہر احسان کا منده دلشاد ہے
غریباں نوازی میں تجہ بندگی   تیری بندگی مایۂ زندگی
تیرا گھر ہمن جم ہے دارالقرار   تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار
تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز   نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز
مغل اصل نامردیں حیلہ گر   شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور
مغل کا سہے ہتیار تیر و تفنگ   ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ
لڑیں جب مغل نے عرابے کا اوٹ   ہمیں ییس دل میں کریں لوٹ پوٹ
کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے   ہمیں کونہ ہتیار سوں چھوڑتے
مغل آکہ اول جولت کھاتے ہیں   دکھن کی لڑائی تے کچواتے ہیں
پک یک موت کے وقت فرزند کوں   کہیں یاد رکھ یوت اس پند کوں
دکھن پہ مہم ہوئی نوشت لودگار   کہ زنہار نیں پھر او آنے کے ہکار
لو آنے سو اکثر ہیں او یوت عاق   کرونہج ہیں ماواں لیاں پہ طلاق
شہا آج امرت سہے تیرا کرم   جس امرت تے جینا ہے دو جگ میں جم
جتنے یہاں تیرے کام پر ہوئے چیز   جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز
بچن سخت ہمت کی جب فرد فرد   کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد
وہیں نامور خاں شرزہ اینگ   کیا عرض تسلیم کرنے درنگ
کہ ہے شکر تجہ سا دلاور جواں   ہوا کیں نہ شاہاں میں صاحب قراں
لیجا یا تہیں سابقاں یو سبق   لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق
دلیراں کوں تجہ چال کے بند ہے   تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف — سٹے سب سپاہی تہور کی لاف

سر آج شاہاں پہ شاہی تجے — دلیراں کہے شہ سپاہی تجے

سبھوں نے توں صف جنگ میں پشت دست — ہوا تیغ انگے تیرے گج مست لیت

جو جوہر صلابت بداندیش کام — پھرا شہ تے گرہ کوٹ لشکر تمام

کیا تھا شرانگیز ہو کر کہ لاگ — سلگتا گھرے گھر تے فتنے کی آگ

بجانے کھڑگ آب سوں اوانگ — لڑیا صف بہ صف جب توں گل دل بنگ

مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ — گیا ٹھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ

جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک — نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک

چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد — لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد

توں توڑیا سو دیسے طلسمات توڑ — لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ

نہ ٹھاری جہاں عقل واں تجہ مقام — چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام

سکندر بی نا رگ سکے تجہ رکاب — تو بعضے سلاطین کا کیا حساب

تجہ ایسے کے ہت کا ہوں میں سرفراز — اسے کام کا رن رکھیا ہے نواز

کہ لڑنا ہوں میں یوں مغل سوں ملک — لڑے نا د کوئی نیں لڑیا آج لگ

چل آتی ہیں بے فکر ہو جیل جیل — انگے ہور تھیں بندگاں کے جیل

جو بھری کی سرکوب منزل دھوں — نگو لیاں دمن سب کوں گولا کروں

کھد یڑوں تو دنبال کر ملک بدا — بھگیں خشک لب تا لب نر بدا

کیوں آتی ہیں یاں لگ کے سکتے کر بند — رکھوں کوند ڈھر تھیا تجہ نیں کر کہ بند

چلیں تو ٹھیا تجھیاں سوں ابراتوں چال — کروں نت نجی والی کو کر لی کا حال

کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم — کہ تا پیچ کھاتے رہیں ہو کہ گم

کبھی ہور بنگا کروں یوں تلف — نظر نا پڑے دانہ پانی علف

رد دیکھ پچ تک بیجا پور جھانک — پیا دے بھیریں لیکہ تیتواں کوں ہانک

ہماری سپہ ہیں کی تو کیا بڑائی — جوا جھتیں ہمیں شہ الک آدے لڑائی

سپاہی یہ اچھا علی کی مدد — اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد

عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن — کرے کام کہتا سو اس تے دو گن

شہنشاہ کر بات سب کی پسند — سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکھ بند

کیے حکم یو سب یہ عالم پناہ — کہ لشکر یہ بارے کروں ٹک نگاہ

چلانے کوں ویسے مخالف کوں ٹھوک — وزیراں ہیں ہور خاص کب ہے لوک

کیا حکم جوں شاہ عالم نواز — چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز

سپاہی دکھن کے بڑی داب کے — تیراو ہیں شمشیر کی آب کے

بنی ہاشمی مصطفٰے کے خلف — شریفاں و سادات صاحب شرف

حسینی و حسنی و علوی کتے — مدینی و مکی و رضوی کتے

انجو آتشی قادری سرمدی — بخاری و بحری کتے مشہدی

عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش — صدیقی و فاروقی و نوری قریش

جنیدی و جیلم وانبی امور — و بر کھاری خلجی ادٹے ہنتے تور

جھنڈی وال واسخان دو بڑا متی — کھنڈال و کجلی سٹی سوختی

ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی — زبردست مشہر زیاں کی صف مہدوی

بہادر سرا ڈور گجرات کے — و ہیں شیر سو ندل میں خوش دھاک کے

جیوں پور کی ہور کتے پاٹلی دال — جو نظر ان نیں جنگ بن کچھ خیال

دکھن کے جو عاراں ہیں اتے کینہ اتش — مغل کے جو ہیں کال اہل حبش

اماری و نوری ادکہ نام جو — کراکی و داموہ کوں کا اکو

اتاری و بکری جگ آفات کی — جو نا سارتی کالہ کا قات کی

دلاور جتے مولوان نانوں کے — زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے

دھریں جیو تے ناموس پر بہت پیار — دیویں رنج سو دے میں جیو نقد دھار

کہیں سب پڑیا ہے ہمن شہ یہ کام — کہ جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام

پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار — مغل کیے او لہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے — لڑے سخت رہواسیاں کوہ کے
بٹنی و لودی سرانی ینی — لہانی و سورانی وسٹربنی
میانی و مکی و جھوانیاں — بلوچ استرانی و سرجانیاں
غزنی و غلزائی واغواں کتے — غزہ خیل و غرغشتی افغاں کتے
ترین و دلیزاک و سرخ و کینو — تراہی جمند خویشگی ناجو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں — اوڑنی و کنڑانی و کھوکیاں
خلج سوروینی و کاکڑ کتے — نیازی و بابی و بابر کتے
ستی ناصر و تانک و سروانیاں — مہندی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات و کئی دصات کے — لڑے پاؤں لے کے لینے ہات کے
سینا کی دجگ تھاپہ جادو نیوار — اندل کار و نلوار و نیپال کار
مہیطلے کھارے و کھندا کلی — بسندہی یاندری نم کلی پھونسلی
بکٹ کھانٹے گھوڑ پھوڑے اموڑ — پورانٹے و نکانٹے دوردوپی پھوڑ
پتولے ورن ھغورے ہوڑیں سنگار — پھیپنوسے و چوہان و بچاندول کار
کتے لومتے بان پاتے کتے — لوکاٹے نوچاٹے و ساٹے کتے
کھتارے کتے ہور کتے ہنبراں — نہدی برگی دگولی و ہنگراں
دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ — برادر ہے ساواں کے جیوراں کے باپ
ہر یک ماد واں انکی گویا پری — دکھاوے جیندر کوں ایسی دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں — پڑے بیچ بیں دیکھ آپے لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں پات — منڈا سا لے اس کا اڑیں پات پات
چپل پن سوں جاں انکے تل گرگڑیں — پچھیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہر یک نیزہ بازی میں راقت لڑا — کھلے گا جیندر بہت تے کاڑے کڑا
جو دھن فوج کے نازہیت نیٹ — تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
پھلے برق انداز روحی تمام — تفنگ سوں کرتہار بادل کے کام

جھوجاراں کتے بھانت بھانت ہتیار کے ۔ حضور آئے سب مرد اوجار کے

سلح میں ہر یک تن مکمل دسے ۔ یکس یک تے جلوے میں بادل دسے

بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوتر ہتیار ۔ ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار

پٹھاناں کے سوندل یہ کرڑی کماں ۔ مھراٹیاں کے جھکڑے یہ اول اٹھان

دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا ۔ سپاہاں کے طالع کی ہوتی برتری

کہے شہ دکھن کے ہیں پادشاہ ۔ تمیں بھاں کی میراث داراں سپاہ

سپہ ہیں تمن جگ میں مشہور ہے ۔ ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے

دیکھیا نا سپہ یہاں کا نت بھانج روپ ۔ کہ ناخوب دیسے سورج باج دھوپ

مغل ناسپاہی سپاہی سوں کام ۔ نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام

دکھیں نت سکے باپ سوں اودماغ ۔ دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ

سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر ۔ سپاہی جو سمجھے سپاہی کی قدر

جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج ۔ منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج

سپاہی کے ہم ٹیک کوں مان دیا ۔ سپاہی کوں صف میں اول پان دیں

سپاہی تنے ہے بادشاہی کو زور ۔ دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور

نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ ۔ بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ

خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس ۔ گہر داں ہوں لیں یعنے مردم شناس

کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار ۔ رکھیا سوں تمن کام پر اعتبار

چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات ۔ تماری زباں ہور ہمارا سو بات

ایس بول رکھنے جسے لاج ہے ۔ او سب کام کرنے کا وقت آج ہے

ہمن گھر یہ کرب آ مغل سا غنیم ۔ چلیا ہے بداندیش ہو کر عظیم

اچھی جس ہو میراث حب الوطن ۔ اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن

مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر ۔ کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر

جنے کام پر خرچے ایس جیو کیا ۔ کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لچ اپنی مروڑ — لگے بو لنے جیو کی پرواکوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم — سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کئیں پڑیا نیں فلک کی نظر — کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال — نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے — بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں — کئے ہیں فدا انکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں گر شہریار — سہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں — دسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی سپنے کا تہیں قدر جان — بڑھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کو نیں جیو عزیز — جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا یتیماں کو تم — کہ جم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک — بدی سود ہر ہیں قرب الیس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات — ہمن یک انگے کیا ہیں دس ولے ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی — کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
سہا آج اگر ہند دنیاں کی یہاں — گنواراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں — کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دنیاں کو پار — کریں ذبح لا کھاں کوں ہر دم پچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دھنگرا اٹھے — سنے تو دہنی تس دو دونا بچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما — بچن کا خلاصہ ہرا۔ تن میں پایا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دکھوان — الیس بات سوں سب کوں دیے دیکہ پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید — سکھا کر دیے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز — فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کہے لے آئیں فوج ہر صو یہ دار — ارسطوئے دوراں پہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام — کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو چونپ — روانہ کئے توکل یہ سونپ
دئیے جب رضا سب کوں شہ مہبلی — اٹھے سوچ یو بولے مدد یا علیؑ
ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند — کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند
اول خوش خلاصی سوں دل سب کے ہات — کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات
آنیں بی سنبھال آج خوب اتفاق — غنیماں کو جیونے تے دینا فراق
لئے نوگزی سات فیروزہ انگ — دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
لکالک لئے بان کاری و بان — لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان
لئے جتی سلاحاں دھرن بار آڑ — ہتھیاراں لئے خوب یکجا ہی سو باڑ
بہوت یادشاہی خزانہ لئے — نکل دین مخالف طرف رخ کئے
تلک خان شہزادے نے قابو بچھان — مغل لک کیا باد ہو یک اٹھان
جھڑپ نیں دیا لک یو باڑا بڑا — ہبل دل علی کا چلیا کڑ کڑا
چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں — وزیراں چلے نامور بیکراں
یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار — وزیراں ہر یک پاس کے کامگار
بھریں من میں دکھلا کہ یوں جوب تول — بڈھانا ہے آج اس غنیماں یہ بول
بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا چہ لک — وہیں خان شہزادہ پچھاڑیا تلک
کہ دکھنی وزیراں چہ ہیں تول میں — لوہا مارتا ہوں اتن جول میں
دکھیوں آزما بازی قسمت سیر کوں — نکالوں تہ رنگ کوں بی تک پھیر کوں
تہ رنگ کام پر تیر کا دھرتا ہے کیوں — دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے کیوں
بھلے بھائی سب مل لڑو نہار رہیں — لوہا سرکشاں پر کر نہار رہیں
بچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد — مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد
کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا — یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا
خدا ہو نسہ تس پاک نیت یہ شاد — کرم کر کے یوں منگے دیتا مراد
کہ جس جس حق ناؤں دینے پہ آسکے — تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرہنگ

فرہنگ

آ

لفظ	معنی
آتماسٹ	اپنائیت
آچھتگی	ہوگی
آد	عداوت، دشمنی
آداب	سلام
آدیں	آدمی
آدھار	سہارا
آسُودا	آسودہ، مطمئن
آشتی	شانتی
آفتابہ	ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
آگل	اگلے، آگے
آگون	اگنی، آگ
آنب	آم
آنگ	جسم
آنگے	آگے، سامنے
آیاں	آئیں
آئینہ	آئینہ

الف

لفظ	معنی
اُ	وہ
اُبھرنا	باقی رہنا
اَبولا	خاموش، گونگا
اَپار	بے حد، بے انتہا
اپاریں	نکالیں
اپارنا	نکالنا
اُپاس	فاقہ۔ روزہ
اُپر	اُوپر
اُپرُوپ	اعلیٰ، خوب تر
اَپرُوپ	نادر
اَپُس	اپنا، اپنے، اپنی
اَپُیں	اپنے آپ، اپنے آپکو
اُپکار	احسان
اَپن	ہم، اپنا اپنی
اَپناچ	اپنا ہی
اپنک	اپنا، خود کا، خود
اپنگ	اپنا

آپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتاں	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اُٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجِت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِک	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
اَدیک	ادھک، زیادہ
آدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
اڑڑانا	چلانا، چیخ کر رونا
اڑڑاکے کر	رو دھو کر
اڑسری	مقابلہ، سرکشی
ازات	آزاد

اُبھاس	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹھی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر،
اَلنگی	چاہنے والی
اُلولگ	اب تک
اُلیالی الالی	جوش، جذبہ ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول میٹھی بات
اَمرت گھڑی	نیک گھڑی
اُمس	جوش، امنگ، ہمّت، خواہش
اَمول	انمول لاقیمت بیش قیمت
آنّ	رزق

اُنْ پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسو کی جمع
انجھو	آنسو
آند	اندر راجہ
آند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
اَنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی،
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(انومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ	بے شرم
اَنوپ	انوکھا
اَنیاؤ	ناانصافی
او	وہ
اُوبال	جوش، جذبہ، غصّہ
اُوتالا	بیقرار، اوچھا
اوٹ	آڑ، پردہ
اوٹھیا	اُٹھا
اوجال	اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اُوچا	اٹھا
اُوچار	غلبہ، حملہ
اودِھان	دوڑتا ہوا، جوش سے
اَورگن	قبول کرنا
اوڑ	اُڑ، اوڑھنا
اوڑنا	لحاف
اوس	اُس
اوساسان	آہیں
اوگن	بدخصلت
اَوگھڑ	ناسمجھ، بے سلیقہ
اوِن دوڑس	قدیم زمانے میں
اَورلیچ	اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال	اونٹ والا، اشتربان
اونٹن	اونٹنا، کڑھنا
ایتا	اب
ایتاں	اب
ایراپت	ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار	ازار، پاجامہ
ایکیچ	ایک ہی
ایلڈرُ	اس طرف، کمتر
اِینوں	یہ
اِینوتے	اِن سے
اِینوتے	انہوں نے

ب

باٹ	راستہ، راہ
بارا	ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی	بارش
باڑ	تیز دھار
باڑی	کھیتی
باڑی	کھیتی

باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیچ	باقی ہی
باگ	شیر
بالشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
بانچے	خیال کرے خیال کیے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
بپت	بپتا، مصیبت
بتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پتولا، ایک قسم کا ملک
بجالیا	بجالایا
بجد	لفید، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا
بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا۔ مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھوتے فرش
بڈانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بڈونت	عقلمند
بڈھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بڈھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھایا	بڑھایا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	بڑے بڑے بلیاں بلاور

	بلاڈُ
برہ	جدائی، ہجر
برھے	بڑھے
بڑائی	بڑھئی
بزار	بازار
بس	زہر
بست	وستو، کپڑے، لباس، چیز
بستاں	وستو، لباس
بستی کرنا	قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بسرنا	بھولنا
بلانا	بٹھانا
بلائے	بٹھلائے، بٹھائے
بلایا	بٹھایا
بسواس گھات کا	وسواس گھات، دھوکا
بسیاں	لمبی
بسکاین	حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ	مشکل
بکسنا	منہ بسور کے رونا
بکھانا	تنگر کرنا، پھیلا کر بیان کرنا، بیان کرنا
بل	طاقت

بلا دور	صدقہ
بلی	قوی، طاقتور
بلیاری	بلہاری، صدقے
بناں	دولھا، محبوب، سجن
بند	بوند
بندہ	غلام
بندی خانہ	قید خانہ، زندان
بنگام	ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بلنے بن	بن بن، جنگل جنگل
بنڈنا	گھومنا
بنڈا، بنڈی	چٹان
بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری	بری
بولالیوں	بلالوں گی
بونبڑی	چیخ پکار
بومڑی	واویلا
بھا	ڈال، ڈالے
بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان	سورج، کمان
بھان ہارے	تیر انداز

بھاتا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھتا ہوا	بہتا ہوا
بھتر	اندر
بَھتر	جوڑ، توڑ
بھترول	بھتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کیسۂ زر، تھیلی
بھرت	بھروال، گھٹا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ

بھنجن	توڑنے والا
بھنورکھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بدوضع، خراب، برے
بھوئیں	زمین
وبھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا۔ گزرنا
بیتھیا	بیٹھنا۔ بیوٹھا
بے درنگ	بلاتاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بنشین	بیٹھا
بے شک	مضطرب، پریشان

بیے فام — غافل، بے عقل، **بے سمجھ**
بھوبیچ — بہت ہی
بیگ — جلدی، **جلد**
بے گماں — بے شک
بے گنت — اَن گنت
بیگی — جلدی
بیل — نسل
بی — بھی

پ

پا — پاؤں، قدم
پاچ — کانچ، زمرد
پاچھے — پیچھے
پار — پھر، باہر
پاڑتا — پھینکنا
پاڑو — شکار
پال — گھاس، مینڈھ، منڈیر
پانڈر — پیلا، زرد
پائیا — پالیا
پیت — برابر

پتال — پاتال
پیت ورنت — پتی ورتا
پتھایا — بخشش کیا
پتیانا — بھروسہ کرنا
پٹھا — بھیجا
پٹے — کپڑے
پچھیں — بعد میں
پچھن — بعد
پدم — کنول
پراپت ہونا — حاصل ہونا
پران — جان
پراوپکار — احسان کرنے والا
پریت — محبت
پرتھم — زمین
پُردرد — تخم کسار
پرس — پارس
پُروش — آدمی
پرسن — پرسند خوشی
پرشن — پرشن، سوال
پَرِتو — قاز کے پر
پُرک — پُرکھ، آدمی

پرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا، کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پرم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پُرواپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پَرولس	غیر جنس
پسارکر	کھول کر، پھیلا کر، پچھاڑ کر
پُسرنا	پھیلنا
پِسّن میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پُکاریا	پکارا
پَن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پناکر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پینت	پنتھ، راستہ، مارگ
پُتنگڑ	لڑکا

پنکھی	پنچھی
پنگڑا	بچّہ
پُنگڑیاں	بچّے
پُوت	بیٹا
پُوچ	پوچھ
پُور	پُر، بھرا ہوا
پُورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پُونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتّھر
پھترا	پتّھر
پھتران	پتّھر
پھیرا	پلٹ کر، واپس
پھیر آوے	لوٹاوے، واپس کرے
پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پُھکے	پھول گئے

لفظ	معنی
پُھگ	پھول کر
پُھگڑا	مفت
پُھلوں	پھولوں
پُھو گیا	خوشی سے پھول گیا
پُھولواڑہ	چمن، باغ
پھیر	دوبارہ، پھر
پھیر کر	لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے	پہلے
پینا (پےنا)	پہنا
پیچھو	دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن)	دیکھنا
پینچہ	پیچ و تاب
پینی (پےنی)	پہنی

ت

لفظ	معنی
تاریاں	تارہ کی جمع
تانی	کمسن، ننھی بچی
تٹو	ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیت	نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد	تب
تُرنت	تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا	تڑپتا
ترکش بندی	تیر کمان
تُرن	سہارا
تِرن	تیرنا
تُرنت	جلدی
تُرمتیاں	ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ	گھوڑا
ترٹخیا	پھٹ گیا
تِس	جس سے، جس کی
تِس جس	جس کسی کے سرکار
تقا	قوی
تکٹ	زرین اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تگ بگی	تلملی (تل ملی)
تِل	لمحہ، پل
تَل	نیچے
تِل	وادی
تَل اوپر	نیچے اوپر
تلملن	تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے)	نیچے، میں، اندر

تُم	تالاب کا پشتہ
تُمکن	(تم + کنے) تمہارے پاس
تُنک	باریک
تَو	تب، تواسیاں، غالیچے
تُوجے	تجھے
تُوج	تجھ
تھانب	تھام
تھانبا	ستون
تھانپ کھانا	تھرتھرانا
تھانو	(ٹھانو) جگہ
تھپانا	بچھن
تھفنے	تھاشے
تھنڈا	ٹھنڈا، سرد
تھنڈانیر	شبنم
تھنڈگی	ٹھنڈک، سردی
تھنڈی	(امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کنج اور پھینچ سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُہیں	تو بھی
تے	سے، کے
تری	استری، عورت
تیزی	گھوڑا
تیواسی	طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ	ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک	(ٹک) ذرا
ٹکیاں	ٹکے سکے
ٹنگانا	لٹکانا
ٹھار	جگہ
ٹھان	جگہ، مقام
ٹھانک کرنا	ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں	جگہ، مقام
ٹھکریاں	(ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا	(ٹھٹکنا) ششدر رہونا حیران ہونا
ٹھگلانا	دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے	ضرب، مار

ٹھیر — ٹھہرنا، رکنا
ٹیک — ٹیلا
ٹیلا — ٹیرکا

ج

جاب — جواب
جالا — دام، جال
جامدارخانہ — توشک خانہ
جان — جوان
جان ہار — جاننے والا
جتا — جتنے
جتا تھا وتا — جتنا تھا اتنا
جتے — جتنا
جتی — جتنے ہی
جبرس — گھنٹہ
جبرم — ہمیشہ
جرت — جواہر
جڑت — جڑاوی
جس — طاقت، قوت
جعد — جوڑا

جگ — زمانہ، دنیا
جگ آدھار — دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے — جاگے ہوئے
جلگ — جب، جب تک
جم — ہمیشہ
جم خانہ — آبدار خانہ
جمنا — سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور — جانور
جنس — قسم
جنک — باپ
جنگم — سادھو، سنیاسی
جنم — سدا
جنتے — جیسے، جن کے
جودا — جدا، علیحدہ
جول — پیٹ
جوں — جیسے
جوئی — آب جو، چشمہ
جھال — تپش، لو
جھاپنی — جھپکنا، چندھیانا
جھڑے — سوتے
جھڈکا — جبہ

لفظ	معنی
جَھل	جلن، حسد، رشک
جھل	درد دوری محبّت
جھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جیے	جو، اگر
جیب	زبان
جینڈو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

لفظ	معنی
چانپ	دبانا
چَپ	بائیں
چُپ	بلاوجہ، بے سبب
چُپ	خاموش
چِت	دل، فکر
چت دھرنا	توجہ دینا
چَتُر	ہوشیار
چِتُر	نقش و نگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چَرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چَڑ	چڑھ
چَڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چُک	کچھ
چَک	آنکھ
چکاجوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چَکل	شوخ، چنچل
چُکل	بھینچنا
چَکلنا	وسعت دینا؛ بھینچنا، آغوش میں لینا
چَلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چِنت	چنتا، فکر
چِنتا	فِکر

چند	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چوب کر	چُبھ کر
چوبے	چُبھے
چوپھیر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدھن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چونے	چُننا، منتخب کرنا
چونیا	چیدہ چیدہ، چند چند
چھاچھا	چھاج
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتر دھار	راجا
چھتر دھارے	تاج و تخت والے (مراد راجا)
چھجا	چھت، بالکنی
چھجے	چھجا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبّت
حُج	حُجّت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کرنا

خ

خار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خُوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بُد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم نمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاویں	ڈاٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی
دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِل ریش	زخمی دِل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن، دین ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دنماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا، لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا

لفظ	معنی
دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھردھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دھلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دُھند، اندھیرا، گہرا
دھندہ	کاروبار سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھوونے	دھونے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ گر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ

لفظ	معنی
دودھرتی	دوطرف سے
دوس	بُرائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوھا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دِلاکر، دے کر
دین	دِن
دیوا	چراغ
دیوُونگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ڈ

لفظ	معنی
ڈانڈے	ٹانکا
ڈہین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈوبا
ڈومنی	زن

ڈونگر — چٹان، پہاڑ
ڈونگے — گہرے
ڈونگھے — گہرے، مہرا
ڈھانک — ڈنک
ڈھکار — ڈھیر
ڈھگار — ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ — ڈھونڈتے ڈھونڈتے
ڈھنڈنے — تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون ہار — اٹھانے والا

ر

راتوا — رات
راج بھاری — بادشاہ
راج تھل — راج ترک کرنا
راجیاں — راج کی جمع
راس — سیدھا، صاف، انبار
راست سچ
راساں — انبار
راست راستہ — سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں — رسیاں
راک — رکھ
راک — راکھ
راکھی — کھڑاؤں
رام ہونا — غلام ہونا
رانکر — راندہ کر کے، دھتکار کے
رانواس — محل، گھر
راوت — بہادر
راؤں — جوگی
راوال — طوطا
رائے — بادشاہ، دربار کا امیر
رَج — راج
رَچ — رچنا، بنانا
رُچ — جذبہ
رَچ رَچ — آہستہ آہستہ
رچیں — جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن — رخ، طرف
رسیدے ہوئے — کامل ہوئے
رَک — رکھ
رَکت — خون
رُکھ — درخت
رگت — رکت، خون
رُندنا — پامال کرنا
رَوا — جائز
رُوپ — چہرہ

رُت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریز ہونا	لُٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
ریِ	رعیت
رین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زنب	دم
زنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

سات	ساتھ
ساتو	ساتوں
ساچ	سج، سازوسامان
سار	طرح، مانند
سامن	سامنے
ساند	دراز، دراز
ساندرے ساندرے	آہستہ آہستہ
ساو	ساہو، دولت مند، قرض اور رہن کا کاروبار کرنے والا
سرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا، پورا کرے گا۔
سرانے	سرھانے
سبھ	سب
سبھا	دربار، مجلس، محفل
سُبیت	عُمدہ
سپارش	سفارش
سپورن	مکمل، کامل
سپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
ستیکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے
سٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا — چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا — ڈالا
سُجات — نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن — قید خانہ، قفس
سچیں — بے شک، سچ مچ، واقعی
سنچیچ — بہت زیادہ، شدید
سَد — دیوار
سُد — ہوش
سُدبُد — سدھ بدھ
سُدنگ
سَراما — ختم کرنا
سراون — سراہنا، تعریف کرنا
سُرب — سب، تمام، کل
سِرتے — پھر سے، دوبارہ، سرے سے
سُرج — سورج
سرخواص — صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس — کامیاب، زیادہ
سِرک — گانٹھ
سُرگ — سورگ، جنت
سرگھنڈ — سر، پیشانی
سَرن — سلام

سرنا — زیب دینا
سرنے — پھول
سُروپ — خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ — سراپا (مرہٹی)
سَریر — شریر، جسم
سَریراں — تخت
سَسا — خرگوش
سَعد — نیک، خوب
سُک — سکھ
سَکت — طاقت، مجال
سَکت دار — قادر، طاقت ور
سُکلی — تمام، سب
سُکھ کر — سوکھ کر
سُگل — تمام، سب
سُلی — سولی
سلکھن — اچھے اخلاق والی
سَلول — سلونا، خوبصورت
سَم — برابر
سم اچار — سماچار، خبریں
سَمد — سمندر
سَمج — سمجھ
سُنا — سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنگات	ساتھ
سنگھی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سپنے	سونے میں، خواب میں
سمنے	سپنے
سننے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخاں	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خوش اخلاق

سوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دیاڑ
سونے کر	سن کر
سہنا	زیب دینا
سہند	ایک خاردار جھاڑی
سہے	زیب دے
سی	گا، گی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سَر
سیس	سَر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سیندھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (مرہٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

ششتا	گربی

شَاب	شہاب
شَب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بِشتاب	جلدی
شَرزہ	شیر کا بچہ
شَر شور ہوا	تر ابور ہوا
شید	بھید

ص

صُبا	صبح
صَبوری	صبر
صَدرے	سدراہ
صَفا	صاف، پاکیزہ
صَلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طبنیاں	کھڑکی
طواسیاں	غالیچہ، قالیچے
طَور طور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غُطے	غوطے
غُلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فَام	فہم
فَرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فِرنی	فیرنی

لفظ	معنی
فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

لفظ	معنی
قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضااللہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، سازوسامان
قوت	غذا

ک

لفظ	معنی
کاج	کام
کاخ	محل
کارن	کے لئے
کاڑھ	نکال
کاڑھیا	نکالا
کاس	تانبے کا سکہ
کال	کالے، کالا
کالج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنا
کانٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاوڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کپٹ	دغا
کِت	کہاں
کتوال	کوتوال
کِتیے	کتنے
کِتیاں	کتنے ہی
کٹ	راز
کٹھن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکتے ہیں کراہت کرتے ہیں
کد	کب، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

لفظ	معنی
کرڑی کماں	سخت کمان
کریسی	کرے گا
کرکر	اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹھہک کر	قسمت کے مارے
کرن	کرنے کیا، کان، کرتا
کُرنش	کورنش، سلام
کرونٹ	کروٹ
کسوت	کپڑے، لباس
کسوتِ خاص	خلعت
کسوں دھیان	کس کا دھیان
ککڑی	مرغی
گلگوت	تدبیر (برائی کی) آپس سوچنا حرص، خواہش
کُلف	قفل
کلنگاں	قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کِن	کون، کیسا، کوئی
کَن	کان
کنّا	کہنا
کنبلی	کمبل
کنپے	کلپنے
کنٹھ ماں	کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ	گردن، گلا

لفظ	معنی
کنچن	سونا، زرد، پیلا
کندن	سونا
کنشٹ	ادنیٰ، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک	سونا
کنور (کنور)	شہزادہ
کتی	کہتی ہوں
گو	کہو
گُو	کوئی
کواتے	کہلاتے
کواڑاں	دروازے کے پٹ
گوپ	غصّہ
کوپیاں چینی کیاں	چینی کی پیالیاں
کوتری	کتا
کوٹ	قلعہ
کوٹھری	کمرہ، حجرہ
کورس کیا	مار ڈالا
کوس	دو میل کا ایک کوس
کوک	کمر
گول	قول
گُول	مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا	لومڑی

لفظ	معنی
گونی	کونلی
گون	کون
گوں	کہوں
گونڈن	قید، حبس
کھاتپ	تنا
کھان	کان، معدن، خزانہ کھانا
کہاں	کان
کھاندا	کندھا
کہاوے	کہلائے
کھتر	کھٹا
کتھے	کھوتے
کچھوا کے	گھبرا کے
کھدیڑنا	تڑپانا، پٹک پٹک کے مارنا
کھرانی	کھارا، کھاری
کھڑگ	تلوار
کھڈگ	تلوار
کھن	معدن، کان، خزانہ
کہن	پرانا
کہن پرورد	بوڑھا غلام
کھترا	کاندھا
کھنڈ	کھن، طبق
کھنڈیاں	کھنڈی بیس سیر کی ایک کھنڈی، کثرت، توجہ
کہن بار	کہنے والا
کھید پریا	بھگایا
کھیری	
کھیلٹی	مصیبت، تکلیف
کہیے	کہتا تھا
کھیا	کیا
کئی	کہے
کی	کیوں
کی	کہہ
کیت	کہہ
کیا	جسم
کیتا	کتنا
کرے	کیڑے کا
کیلی	مخمور
کیڑا	سکا
کیند	گیند
کہئں	کہیں

گ

لفظ	معنی
گانٹھ پڑن	گانٹھ پڑنا
گانڈا	گنا، کنڈیریاں
گاہنارے	(گان ہارے)

گانہارے — گانے والے
گاوڈی — نادان، کم عقل، بے وقوف
گج — ہاتھی
گج متی — بڑا موتی
گج مست — مست ہاتھی
گرجن — بازگشت، گونج
گرد — اطراف
گڑ — قلعہ
گلے داٹ — گلے تک
گلے — پگھلے
گل کار — مستری، راج
گل چاند — گلِ چاندنی
گل — گلا
گمت — کھیل تماشہ
گمت گاہ — بازی گاہ
گمتے — گزرتے
گمنا — گزارنا
گن بھریاں — پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں، سگھڑ عورتیں
گنبھیر — غور، شدید
گند — بدبو
گندانویں — گوندھے ہوئے

گن ندھاں — عالم، فاضل
گنے — عقلمند
گوڑ
گون کرنا — جانا
گھرسنج — سنجن سنج
گھنے — زیور (سے گہنے)
گہنے — زیور
گھابرا — گھبرایا ہوا، پریشان
گھات — داؤ، وار، نشانہ
گھانا — ڈالتا
گھال لینا — چھری بھونک لینا
گھانٹ — گھنٹی
گھانٹی — گھنٹی
گھاؤ — زخم
گھٹ — کم، کمی
گھوٹ پکڑنا — مضبوط پکڑنا
گھربیچ — گھر میں
گھرداس — خانہ زاد
گھرے گھر — گھر گھر
گھڑات — گھڑیاں
گھنسدل — مضبوط دل
گھیری — گہرے، کثرت سے، زیادہ

گھوڑ — کچھرے کی کنڈی گھورا
گھوڑ پھوڑ — سوسمار (ایک جانور)
گیان — خیال

ل

لانپ جھانپ — آنکھ مچولی، میں ملاپ اختلاط
لاٹ کرنا — لوٹنا، زیر کرنا
لاڈوں — لاڈ پیار سے
لاف بد — غیبت
لاگ — (الگ) انک
لانچھ — لالچ
لبد — (لابد) بے شک لازمی
لبدانا — مائل کرنا
لت — لات
لٹیا — لوٹا، واپس آیا
لک — لاکھ
لک لکاتی — چمکتی، دمکتی
لکھن — لچھن، عادات اطوار
لکھن — لاکھوں
لگا لگ — صف بستہ، ایک کے بعد ایک
لوسح — تکلیف
لوسح — تختی

لوک — جگ
لونچے — نوچے
لئی — بہت
لیتا ہے نیر — غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا — لے جا
لجاون — لے جانا
لجاویں — لے جائیں گے
لجائی — لے گئی
لیکھ — لے کر
لیھر — لے لیتا ہے

م

مائی — مٹی
مادہی — مادہ
ماراں — (مار کی جمع) سانپ
مارکی — معرکہ
مارگ — راستہ، راہگزر
ماس — گوشت
ماس — مہینے
ماگ — مارگ، راستہ
مان — عزت، اعزاز
مارا — [illegible]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جلاء کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
مج	میرے
مجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
مخا	مقام
مد	شراب
مدری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	ہرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے، سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخراپن، مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی
مک	مکھ
مک مکاتی	مھکتا
مکٹ مال	طرہ، سر کا زیور
مکر و ماؤ	مکر و فریب
مکہ	مہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا منال	منع
مناب	
منتال	منّت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچا	بند ہونا
موک	مکھ، منہ
موبت	عاشق
موی	مردہ

لفظ	معنی
موئے تن	مُردہ جسم
مھراٹے	مرہٹے
مھلدار	محل دار
مہنتہ	طعنہ
میگھ	بارش، بادل
میل کر	مل کر
میلا	ملا
مین	ادنیٰ، ذلیل
میہوں	مینہہ

ن

لفظ	معنی
ناڈلے	جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی	نازنیں
نافام کر	نہ سمجھ کر
نانو	نام
نائب	
نبارے	بنائے، نکالے
نت	ہمیشہ
نیٹ	فوراً، بالکل، تمام، سراسر
نپاڑا	تصفیہ کیا
نہا	غور سے
نہانے	غور سے دیکھنے
نرچھل	صاف، خالص
نچل سک	نہ چل سکے، مرسکا
ند	ندی
ندھاں	خزانہ
ندے کر	نادے کر
نردھار	نرادھار کا بے سہارا
نرمل	صاف، شفاف
نرنکھار	جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر	شیر نر
نزیک	نزدیک
نس	رات
نسوس کر	نہ محسوس کر
نفا	نفع
نقرہ	چاندی
نقل	نخل، کھجور کا درخت
نک	ناخن
نک	ناک
نکو	نہیں
نکوکرو	مت کرو
نکھیتر	ستارے
نکھنڈ	مکمل
نلاجا	بے شرم، بے حیا

نُما	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سِن
نُوا	نیا
نول	عجب، انوکھا، نیا، جدید
نوپار	نُوتہہ، نو طبق
نُورا ناتن	نورانی تن، حسین
نو کھنڈ	نُہ فلک
نوایا	جُھکایا
نِہہ	محبّت
نہ کر سی	نہ کر سکے
نہ کس حیسر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نٹھاٹنا	چھوڑنا، بھاگنا
نٹھاس	دوڑ
نٹھاسنا	دوڑنا، بھاگنا
نٹھالی	توشک
نٹھنوا دپن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نیب	نیم
نیر	پانی
نیراس	نراس، ناامید، مایوس
نیر پاتن	باولی کا پانی
نیر سیندھن	باولی سے پانی کھینچنا
نیر ٹرنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن	خوش اخلاق
نیکل	نکل
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نیں	نہیں

و

واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
وال	وہاں
وتیاں کو	آنتوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ور ہونا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا	وعدہ
وے	لیکن
ونواس	بن باس
ووں	ویسے ہی
ویناگ	مصیبت
ویراگی	بیراگی، سنیاسی
ویل	وقت، گھنٹہ
ویں	تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا

ہاک	ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا	چلّانا
ھانکا سوں	آہوں سے
ہوا کو نکلنا	سیر کو نکلنا
ہت	ہاتھ
ہت پاؤ	ہاتھ، پاؤں

ہت متاری کیا

ہودج	ہودہ
ہرتن	ہر شخص
ہری	ہاری
ہست	ہاتھی
ہلاکی	ہلاکت
ہلو ہلو	آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں	آہستہ
ہمن کوں	ہم کو ہمیں
ہنڈی	ہانڈی
ھور	اور
ہوّڑ	بازی، شرط
ہوڑ	جاہل، احمق
ہوسی	ہوگی
ھوّل	پریشانی فکر
ہوں کہنا	تصدیق کرنا
ہیا	دل
ہیتاں سوں	ہیبت سے
ہویلدار	فوج کا ایک ملازم حوالدار
ہیچ	بے عقل، بے وقوف

ی

یاں	یہاں
یاں لگ	یہاں تک
یانہ	یعنی
یکتل	ایک لمحہ
یکٹ	ایک، واحد

یکس کو یکس ایک سے ایک

یکوجی شواجی کا علاتی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا

یکّہ یکتا۔ منفرد، اکیلا

یکیاں معاوضہ، قیمت

یکیٹ تن تنہا

یو یہ، ان

یئی یہ، ہی۔